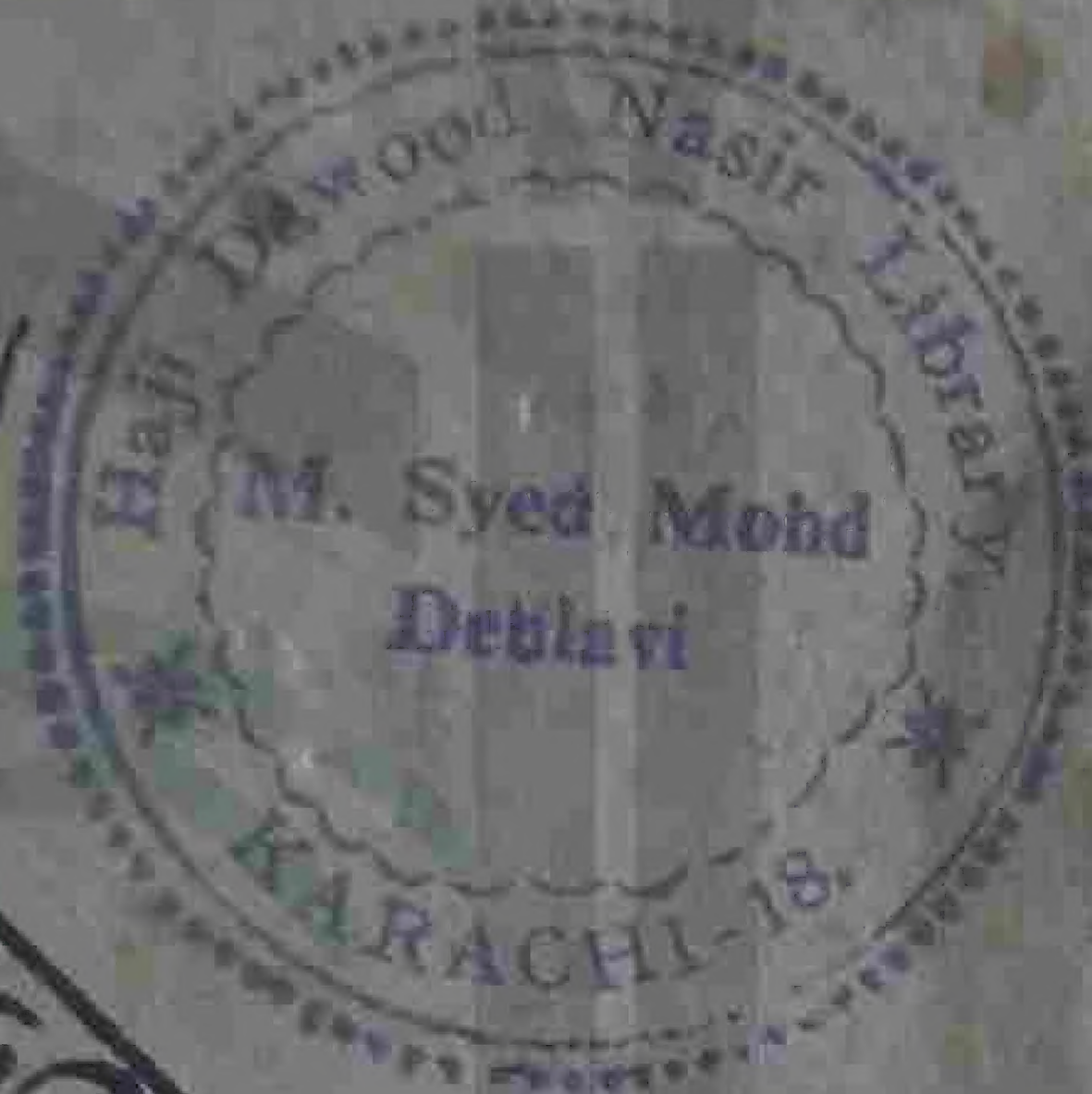


جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

احمد رشيد المتسمه كه درين ايام فرست بخام

3751

رساله



دعوة الاسلام

في تزييد
رساله
محبه الاسلام

بسم الله

يترجم يوسف صاحب شفيق داعي پوري نے تاليف كرا آيہ ہرم كے بطلان اور اسلام کے
صدائت كے بت خوبی سے ثابت كيا ہي

نور المطلب بھٹو ٹی ٹو لکھنؤ میں باہتمام نور علی مالک قجھا
نور المطلب بھٹو ٹی ٹو لکھنؤ میں باہتمام سید اے زین ادھکا جواب لکھا جادوی

وفات اور کثرت اشغال کے قلم پر اسشتہ

ڈیٹیکشن

ایک ناچیز بے بضاعت شخص کے خیالات کی طرح اس لائق نہیں ہو سکتے کہ وہ معراج اعز
 پر پہنچانے کے لیے کسی فخر قوم و ملت کے نام نامی اور اسم گرامی کے ساتھ وابستہ کیے جائیں
 جس نہ ہی حکم میری اس تالیف پر لگا یا جاسکتا ہے جس کا ترجمہ کو خود اعتراف ہے۔ لیکن میں
 اپنے واجب التعظیم ممدوح عالی خاندان والاوردمان فیاض زمان فخر قوم و ملت عالیجناب
 معالی القاب دی انریبل سربراہ علی محمد خان صاحب بہادر کے پی آئی ای و الی ریاست
 عالیہ محمود آباد و ام اقبالہ کے خاص حوصلہ افزا اجازت کے ساتھ اس رسالہ کو حضور انور
 کے نام نامی اور اسم گرامی کے ساتھ معنون کرتا ہوں۔ اور اس اجازت کے افتخاری
 عطیہ کی بابتہ صدق دل سے شکریہ ادا و دعا گو ہو کر حق تالیف اس رسالہ کا انجمن صغیر
 داعی پور کے نام علمی انعام کی تکمیل کے لیے وقف کرتا ہوں اور جناب ممدوح
 کے لیے خلوص دل سے دست بدعا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہر دلی سال قاسم اراد

ابن احمد مرسل و آلہ الاحباب

حکم قوم

سید محمد یوسف شفیق داعی پوری

بحولہ وقوتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله على احسانه وصلاواته الشريفة وسلامه على رسوله وحبيبه سيدنا ومولانا

آبي القاسم محمد ابن عبده الشريفة وعلى اله الا تحمدا

بندہ عاصی سید محمد یوسف شفیق داعی پوری ابن سید حسین ابن ولوی سید فضل
حسین صاحب اعلیٰ الشرف تمامہ اپنے اسلامی اور وطنی بہائیوں اور بزرگان قوم کی
خدمت میں اس ناچیز رسالہ کی تالیف کا سبب عرض کرتا ہے۔

مجھ کو ایک دوست نے رسالہ حجۃ الاسلام مصنفہ پنڈت لیکرام صاحب ریہ جی
دکھلایا جس میں رسالہ حجۃ الاسلام مصنفہ ولوی عبید اللہ صاحب کار جو تحقیق مذاہب کے
بعد ہندو مذہب سے نکل کر توحید الہی کی دین میں داخل ہو گئے ہیں ہٹ دھرمی کے
ساتھ جواب دیا گیا ہے اور بالعموم ہر ایک مذہب کے پیشوا پر۔ اور بالخصوص پیغمبر اسلام
پر متعصبانہ اعتراض کر کے پنڈت جی نے اپنی قابلیت کو صرف کر دیا ہے جسے جفوت
کہہ خالی ہے صدا دیتا ہے اگرچہ ایسے رسالہ کا جواب لکھنا چند ان ضروری نہ تھا اس
کہ ہٹ دھرمی کا جواب ہی کیا ہے۔ لیکن بعض احباب نے اس بات پر مجبور کیا
کہ جو اعتراضات پیغمبر اسلام کی طرف منسوب کیے گئے ہیں ان کا جواب لکھا جاوے
لہذا بخاطر اجاب باوصف قلت اوقات اور کثرت اشغال کے قلم براشتہ

چند سطرین لکھ ڈالیں۔ اور نام اس مختصر رسالہ کا دعوت الاسلام فی ترویج حجتہ الاسلام
 رکھ کر دو باب پر منقسم کیا باب اول ویداوار یہ دھوم کی تکذیب و ترویج میں
 باب دوم اون اعتراضات کے جواب میں جو بانی اسلام کی طرف منسوب
 کیے گئے ہیں ناظرین سے اصلاح اور عفو خطا کی امید ہے۔ و ما توفیقی الا بالہ
 علیہ توکلت والیہ انیب۔

باب اول

اس باب میں دو فصلیں ہیں فصل اول وید کی تکذیب میں فصل دوم آریہ دھوم
 کی ترویج میں۔

فصل اول قولہ وید مقدس کے الہامی ہونے پر ایک دلچسپ تقریر۔ ضروری
 ہے کہ الہامی کتاب یا الہام انوردی دیگر کتابوں سے خاص طور پر ممتاز ہو اور اس میں
 ایسے صفات ہوں جو کسی دوسرے میں نہ ہوں۔ کیونکہ کوئی انسان ایثوری
 صفات کا کبھی اور کسی حالت میں بھی مقابلہ نہیں کر سکتا جس طرح ایثور کے
 بنائے ہوئے آفتاب و ماہتاب بے نظیر ہیں ویسا ہی اوس کا الہام بھی بے مثل
 ہو چاہیے بنا برآں الہام انوردی میں پہلے خوبی یہ ہونی چاہیے کہ وہ از آغا
 عالم تا اختتام عالم رہے یعنی جب سے انسانی مشرتی کا ارتبہ ہو تب سے اوس کا
 برکاس ہو۔ اور جب تک انسانی مشرتی رہے تب تک وہ ظہور پذیر رہے۔
 اقول پڈت جی صاحب اگر آپ کا وید کی نسبت یہ دعویٰ ہے کہ وہ الہامی کلام

اور آغاز عالم سے ہے تو اثبات دعویٰ کے لیے کم از کم اس قدر لکھنا اور مستورات سے ثابت کرنا ضروری تھا کہ کس شخص پر اور کس ملک میں اور کس زمانہ میں وید کا نزول ہوا۔ اور ہنگام نزول اور اسکے احکام کی تبلیغ اور اشاعت کہاں تک کی گئی۔ اور جبکہ وید میں معرفت الہی اور نجات کا ذریعہ بالکل ہی مفقود ہے تو پھر لوگوں کو کیا فائدہ حاصل ہوا۔ اور بلا اختلاف کس قدر زمانہ ویدوں کو نازل ہو کر گذر چکا ہے اور پنڈت دیانند جی صاحب سے پہلے کیوں وید اس قدر گمنام اور بے نام و نشان رہا کہ بقول متھرا ہدکشن صاحب مولف تاریخ آریہ سماج تمام انڈیا بھریں بکوشش تمام و تلاش بسیار صرف ایک نسخہ وید کا دیانند جی صاحب کو دستیاب ہو سکا۔ ع او خوشن گم است کرا رہبری کند۔

ان تمام ضروری باتوں کے بتانے میں آپ کا وید مقدس اور آپ دونوں خاموش ہیں اور اس خاموشی کا سبب بجز اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ وید ہرگز ہرگز الہامی کلام نہیں ہے۔

اب میں یہ ثابت کرتا ہوں کہ وید کیونکر بنایا گیا اور کس قدر لوگوں نے ملکر اس کو ترتیب دیا ہے اور کون شخص اسکی اصل بنیاد کا بانی ہے۔

ہر ایک تاریخ دان شخص پر پوشیدہ نہیں ہے کہ میاس جی صاحب مولف وید اور زردشت آتش پرست کا ایک زمانہ تھا اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ زردشت سام بن توح کی اولاد سے ہے اور اہل ہند بھی سام کی اولاد ہی ہیں

اس لحاظ سے زردشت اور بیاس جی ایک ہی دادا کی اولاد اور ایک ہی تھیلی کے
بچے بنے ہیں۔

بیاس جی کا بلخ پہونچکر زردشت کی خدمت میں حاضر ہونا اور مذہب زرتشتی اختیار کرنا
نامہ وحشور زردشت۔ مطبوعہ ایران صفحہ ۱۲۱ العامہ ۱۸۵۰ء۔

اکنون برہمنی بیاس نام از ہند آیدش وانا کہ بر زمین کم چنان است چون این
بر خوانی راست کیش شود و از ہم آئینان تو گردو۔

شرح گویند چون بیاس ہندی بہ بلخ رسید گشتا شپ بادشاہ زردشت را خواند
و با او آمدن آن دانا گفت۔ و خوشور یا سخ داد کہ یزدان آسان کند پس شہنشاہ
فرمود تا از ہر کشورے فرزندانگان و موبدان را بخوانند۔ چون ہمہ گردو آمدند زردشت
از آفرین خانہ برآمد و بیاس نیز باخمن آمد و باختر گفت اے زردشت از یا سخ
و را زگذاری شکر جی جہانیاں آہنگ کیش تو دارند۔ و جز این فرجود یہاے
بسیار شنیدہ ام من مرد ہندی نثراد و بدانش بے نظیر۔ راز سر بہتہ دارم کہ از دل
برزبان نیاوردہ ام۔ اگرچہ گردے گویند کہ اہرنان با اہرمن کیشان و دیو پرستان
اکی سید ہند و جز از دل من ہیچ گوش نشنیدہ۔ گردین انجمن از ان راز ہا یک
برزمن خوانی بہ آئین تو آیم زردشت گفت پیش از آمدن تو ای بیاس۔ یزدان
از ان راز ہا مرا آگاہی بخشیدہ۔ پس این درسم را از آغاز تا انجام برد خواند
چون بشید و بمنز رسید یزدان را نماز بردو بہ آئین در آمد و ہند باز گشت۔

اور سفرنگ دساتیر مطبوعہ ایران صفحہ ۱۲۵ میں بھی بیاس جی کا بلخ میں پہونچکر زردشتی
مذہب اختیار کرنے کا ذکر ہے۔

اس بات میں ذرا شک نہیں کہ زردشت ضرور ایک ایسا عالی دماغ اور خوش بیان
شخص تھا جسکی ایران بھر میں ہوا بندھی ہوئی تھی بڑے بڑے گردن کشان زمانہ
اوسکے سامنے مطاعت خم کرتے تھے بھلا یہ کیونکر ممکن تھا کہ بیاس جی پر اسکی
تعلیم و تربیت کا اثر نہ ہوتا اور جبکہ پہلے ہی سے حسن ظن حامل تھا جسکی وجہ سے
اس قدر زحمت اور درد و راز کی مسافت اختیار کی تھی۔

اب آئین زردشتی کی تقلید کرتے ہی یہ خیال بھی پیدا ہوا جو بہت ضروری اور
جزو مذہب تھا کہ ہندوستان پہونچکر آتش پرستی کو رواج دینا چاہیے لیکن اس
کام کے لیے ایک ایسی کتاب کی بھی ضرورت تھی۔ جو اہل ہند کی پرانی زبان میں
ہو اور جہین اگنی دیوتا کے صفات بہت مبالغہ کے ساتھ مندرج ہوں چنانچہ بیاس جی
نے ہندوستان پہونچتے ہی سب سے پہلے یہی کام کیا کہ ویدوں کی تصنیف و تالیف
میں پورا وقت صرف کر کے آتش پرستی کو ہون کے نام سے تمام ہندوستان میں رائج کر دیا
وید کیونکر بنائے گئے اور کس قدر لوگوں کے اقوال کا یہ مجموعہ ہے
زردشت کی صحبت میں باریابی حاصل ہونے اور آئین زردشتی اختیار کرنیکی وجہ سے
بیاس جی کے دل میں اگنی دیوتا کی قدر و منزلت بہت زیادہ بڑھ گئی پہلے سے بھی
اگنی دیوتا اہل ہند کے مقدس دیوتاؤں میں شمار کیا جاتا تھا اور جا بجا پرستش

بھی ہوتی تھی۔

اب تو بیاس جی نے پورا پورا ارادہ کر لیا کہ ضرور ایک کتاب کے ذریعہ سے اگنی دیوتا کے صفات ظاہر کر کے لوگوں کو آتش پرستی کی ترغیب دینا چاہیے اس کام کے لیے بیاس جی نے بلخ ہی سے اتہام کرنا شروع کر دیا اور بہت سے مفید مطلب مضامین جو زردشت سے وقتاً فوقتاً سننے اور اس کی کتاب میں دیکھنے نوٹ کر لیے تھے۔ اب ہندوستان پہونچ کر اور بھی گزشتہ رشتوں اور موجودہ ساہون کے اقوال کو منتخب کر کے سب سے پہلے رگوید کو تالیف کیا۔

رسالہ تکذیب المکذبین مولفہ ابو رحمت حسن صاحبین اوان سب لوگوں کے نام فرؤا فرؤا لکھوین جنکے متفرق اقوال کا رگوید مجموعہ ہے مثلاً۔

نام وید مع تفصیل باب و منتر	نام ان لوگوں کے جنکے اقوال کا رگوید مجموعہ
رگوید مندل ۱ سوکیت ۱۱ لوسم ۱۱	مدھو چند ولد شوامتر
سوکیت ۱۲ الویم ۱۲	مدھانی ولد کالو
سوکیت ۲۵ العامہ ۳۲	شونہ شیب ولد ارجی گرت
سوکیت ۳۳ العامہ ۳۶	ہرن شیب ولد انگرا
سوکیت ۳۴ العامہ ۳۷	لکھتو ولد گھورا

اسی طرح رگوید ۱۹۲ آدمیوں کے متفرق اقوال کا مجموعہ ہے جس میں ایک ایک سترہ مختصر مضمون بطور نظم کے ہیں۔ اور ہر ایک نظم میں کئی کئی منتر ہیں اور کل

رگوید ہر مین دس ہزار پانسوا سی منتر ہین اور سب کا خطاب دیوتاؤن کی طرف ہی
جن مین ہی اگنی اور اندر دیوتا کی خاص طور پر مدح سرائی گئی ہے اور ماسوا انکی
۳۳ دیوتاؤن کی اور بھی تعریف کی گئی ہے جن مین سے ۱۱ آسمان پر اور ۱۱ زمین
پر اور ۱۱ ہوا پر رہتے ہین۔ مثلاً۔

اتھربن وید کا نمبر ۱ پر چھٹا ٹک ۲۳ انو واک ۱۱ بھومکا صفحہ نمبر ۴۵۔ اُس پر ماتا کا خزانہ

قدرت منشیس دیوتاؤن سے محفوظ ہے پر ماتا کے اوس خزانہ قدرت کو جسکی دیوتا
حفاظت کرتے ہین کون جاسکتا ہے۔

شام وید۔ اصل مین رگ وید کا لب باب ہی اس لیے جو رگوید کے مصنف ہین ہی
شام وید کے مولف ہین۔ بجز وید کے مصنفین کی تعداد ۳۵۴ ہی۔ مثلاً۔

نام وید مع تفصیل باب منتر نام ان لوگون کے جنکی اقوال کا بجز وید

پریشتی جی

بجز وید ادھیائے باب نمبر منتر لغایت ۱۱

پریشتی جی

باب ۱ منتر لغایت ۱۱

وام دیو جی

باب ۱ منتر لغایت ۱۱

آنکرا جی

باب ۱ منتر ۱۱

سوشرت جی

باب ۱ منتر ۱۱

بھرو دا ج جی

باب نمبر لغایت ۱۱

اور اتھرو لن وید ان تمام ویدون کا تہہ ہے

۱۰
مہا بھارت وغیرہ سے مصنفین وید کا نام و نشان اور اون کی سکونت و پیدائش
وغیرہ کا حال مفصل معلوم ہوتا ہے۔

زردشت کے اقوال اور زنداوستھا کے بہت سے مضامین ید میں
وید میں آتش پرستی کے متعلق جتنے منتر ہیں وہ سب ان حال کے کہہ رہے ہیں کہ

ماخذ اون سبکا زنداوستھا اور زردشتی مقولہ ہیں۔ لیکن آریہ صاحبان آتش پرستی

کو اگنی ہوتر کے نام سے موسوم کر کے یہ بیان کرتے ہیں کہ ہوا صاف کرنے کی غرض

سے آگ جلائی جاتی ہے حالانکہ ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ اس قول کے مطابق صرف

اوسے مقام پر آگ جلانے کی ضرورت ہے جہاں کی ہوا خراب ہو صاف ہوا میں

آگ جلا نا بے کار ہے۔ ~~دو~~ مگر یہ تخصیص کہ برہمن کو گھر کی آگ ہو جلائیو والا

عالم اور سادھوا اور خاندانی آدمی ہو۔ تیسرے ہر لکڑی جلانے پر ایک نیا منتر

اگنی دیوتا کی تعریف میں پڑھنا اور لذیذ کھانے اور پیوہ جات اور خوش ذائقہ

مٹھائیوں کا چڑھانا اور جلانا کیا ضرور ہے۔ ان تمام باتوں سے صاف ظاہر ہے

یہ اگنی ہوتر دراصل خاص آتش پرستی ہے۔

وید کے وہ منتر جو اگنی دیوتا کی تعریف میں ہیں اور ان کی گرت وقت پڑھو جاتی ہیں

جو شخص برہمن کے گھر سے آگ لاکر جلا دے اوسکو ویدی تعلیم کے مطابق یہ منتر

پڑھنا چاہیے پھر وید ادھیا سوم منتر بنجم میں کھانے کے لائق اناج کے لیے

ایشوریہ سے آسمان میں سورج کی طرح اچھے اچھے اوصاف سے پھیلی ہوئی

زمین کی طرح ظاہر پوشیدہ کیون زمین رہنے والے عالم لوگ جہاں یک کرتے ہیں
یا زمین کے پرست کے اوپر زمین و آسمان دو تھا جو وغیرہ سب انا جون کو کھا جاتی
والی آگ کو استھاپن کرتا ہوں۔

جب چندن کی تین لکڑیوں میں سے پہلی لکڑی گھٹی میں تر کر کے آگ میں رکھی
تو یہ منتر پڑھے۔ یجروید ا دھیا م۔ منتر اول۔ ہے دووان لوگو تم لکڑی گھٹی
وغیرہ آگ کو روشن کرو جیسے جس سنیا سی کے آنے جانے کی کوئی تارخ مقرر نہیں
ہوتی اس کی سیون کرتے ہیں ویسے ہی آگ کی سیون کرو اور اس اگنی میں
ہون کرنے کی اشیا سے اچھی طرح ہون کرو۔

جب چندن کی دوسری لکڑی جلاوے تو یہ منتر پڑھے یجروید ا دھیا م۔ منتر دوم
ہے لوگو تم اچھی طرح روشن شکل والی صاف کیے ہوئے عیوب کو دور کرنے والی
سب اشیا میں موجود تیز سبھا والی آگ میں گھٹی وغیرہ چیزوں کو ڈالو۔

جب چندن کی تیسری لکڑی جلاوے تو یہ منتر پڑھے یجروید ا دھیا م۔ منتر سوم
ہم لوگ جو اشیا کے حاصل کرانے اشیا کے الگ الگ کرانے میں بڑی طاقت والی
بڑی روشنی والی آگ جلاتے ہیں اسکو لکڑی وغیرہ یا گھٹی سے بڑھاتے ہیں۔

اب منصف مزاج ناظرین مرقومہ بالا منتر وں کو دیکھ کر سمجھ لیں کہ دراصل یہ
ہوں خاص آتش پرستی ہے یا نہیں۔ شام وید کو منتر اگنی دیوتا کی تعریف میں
شام وید پر پھاٹک م۔ منتر م۔ اے اگنی دیوتا لوگ نہایت ادب سے طاقت

کے واسطے تیری مدح سرائی کرتے ہیں تو دشمن کو خطر و ن سے تکلیف دے۔
 شام وید باب دوم فصل اول پر پھاٹک نمبر منتر ۱۷۱ اے اگنی دیوتا تو
 ہون کے کام میں براہنر رکھتا ہے پس اے اگنی تو دیوتاؤں کو اس پر ہنر کار
 مرد کے پاس لاجو کہ خوشی خوشی تیری عبادت کرتا ہے تیری شوکت ہمارے دشمنوں
 کو دور بھگاتی ہے۔ زردشتیوں اور آریوں کے دیوتا ہمنام ہیں اور طریقہ پرستش کیسا ہے

زردشتیوں کے دیوتا کا نام	آریوں کی دیوتا کا نام	ترجمہ	زردشتیوں کا طریقہ پرستش	آریوں کا طریقہ پرستش
سوری	سوری	سورج	صبح شام دوپہر	سیندھیا صبح شام دوپہر
اشونی	اشونی کمار	کنوارے دیوتا	توصیفی منتر	توصیفی منتر
آفو	آپو	پانی	ایران کے دریاؤں کی پرستش	گنگا جمناسرستی کی پرستش
آترہ	اگنی	آگ	آتش پرستی	ہونینی آتش پرستی
واپو	واپو	ہوا	ہوائے مناجات	ہوائے مناجات
ہوم	ہوم	ہون	روزانہ آتش پرستی	روزانہ آتش پرستی
اہرمین	اریان	ایک دیوتا کا نام	تعریفی منتر	تعریفی منتر
ورن	ورن	دیوتا کا نام	ستودنی	ستودنی
یوگوہ	یوگوہ	آتش کردہ	آگ کی پرستش کا نام	آستے و نمنستے

زردشتیوں کے وہ منتر جو پرستش کی بوقت پڑھتے ہیں آریوں کے وہ منتر جو پرستش کی بوقت پڑھتے ہیں
 صبح کی بوقت آیت ۱۷۱ دوپہر کو ۱۷۲ شام کو ۱۷۳ خوشیدنی ۱۷۴
 گایتری کا منتر صبح شام دوپہر

ترجمہ۔ اے سورج مجھ عقل کے ذریعہ سے توفیق ہو
 شہر اور بہشت آرد بہشت اور راستی
 عطا کر تاکہ میں اس عقل اور توفیق
 سے راستی اور بدن کی صلاحیت بڑھاؤں
 اور ہر طرف سے اپنی روشنی مجھ پر ڈال کر رہنمائی کر۔
 آیت نمبر ۱۰ خورشید نیایش
 ترجمہ۔ تیز و گھوڑوں والے
 سورج کو سنتے۔

منتر۔ اوم بھوہ سوہ تہ سوئی تر دی
 بھوگو دیو سپہ دیہی وہ سو کو نہ پر چو دیا
 ترجمہ دیوتا اور زمین اور آسمان اور بہشت اور بڑی
 روشنی والے سورج پر ہم دھیان کرتے ہیں کہ ہماری
 عقل کو راستی کی طرف پھیرے اور رہنمائی کرے۔
 رگوید مندرجہ اسوکت ۱۱ منتر ۱۔ سورج کے
 تیز رفتار ہائیون فال ہاتھ پائیون کے مضبوط
 راستے طے کر نیوال گھوڑے جنکو ہم نے نکسار کی ہے

وید میں بیاس جی کے طبع زاد مسائل

بیاس جی کے منگھڑت مسائل سے ایک مسئلہ نیوگ بھی ہے جس کی تعمیل کیلئے
 صرف حکم ہی نہیں دیا ہے بلکہ خود بھی اوس پر عمل کر کے اپنے قول و فعل کو یکساں
 ثابت کر دکھایا ہے۔ یعنی اپنے حقیقی بھائیوں مسمیان چتران گدا اور چتر پیرج
 کے فوت ہو جانے پر بیاس جی نے اپنی دونوں بھانجیوں سے جو باہم حقیقی بہنیں
 اور راجہ بنارس کی مہٹیاں تھیں خلافت مرضی اون کے نیوگ کیا اور ہمیشہ کیواسے
 اپنی اولاد اور بھائی بندوں کو اس مسئلہ پر کار بند رہنے کی ہدایت کر گئے۔
 چنانچہ بیاس جی کے نیوگی فرزند راجہ پانڈ صاحب نے بھی باپ کے قدم بقدم چلکر
 اس شرمناک مسئلہ کو اپنا دستور العمل قرار دیا یعنی اپنی چھٹی بیوی مسماہ کنتی کو جو

گرشن جی کی حقیقی بھوپتی تھیں یہ حکم دیا کہ ہمارے نیوگ کرا کے اولاد پیدا کرو۔

اس حکم کا ایک خاص سبب یہ بھی تھا کہ راجہ پانڈ صاحب خود قابل اولاد نہ تھے۔ اور مذہبی اعتقاد کے موجب شخص لا ولد سرگ لوک (یعنی بہشت) میں داخل نہیں ہو سکتا۔

پس اول تو لا ولدی درنج و غم دوسرے بہشت میں داخل ہو سکنے کے خیال سے

راجہ پانڈ نے کنتی نہ کور کو بہت سخت اور تاکید دی حکم دیا کہ نیوگ کرو اور ضرور کرو۔

تاکہ اولاد پیدا ہو۔ اب بیچاری کنتی کرتی تو کیا کرتی اس طرف خسر جی صاحب صنف

ویر کی شناستری ہدایت اس طرف شوہر کی عام اجازت عجب کشمکش تھی آخر شریع

قہر ویش جان ورویش ہر طرح سے نیک بخت عورت کو شوہر کا راضی رکھنا ضروری

تھا۔ بیچاری نے شرمالجا کو نیوگ کرایا اور جد ہشتہر جی پیدا ہوئے۔ اب تو

راجہ پانڈ کی دلی مرادین پوری ہو گئیں باپ کے حکم اور ہدایت کی تعمیل بھی

ہو گئی۔ نیوگ کا عام دستور اور رواج ہو گیا۔ اور لا ولدی کے دل دکھانے

والے سرنج سے بھی نجات ہوئی۔ لیکن انسان میں حرص اور لالچ کا مادہ زیادہ

ہے بھلا ایک فرزند کس شمار میں تھا۔ پھر کنتی نے کور کو تاکید دی حکم دیا کہ اور بھی

اولاد پیدا کرے غرض کہ ارجن جی پیدا ہوئے۔ اور تیسرے بار کے نیوگ میں

بھیم سین جی پیدا ہوئے۔ اب تو راجہ پانڈ کو اولاد پیدا کرانے کا اچھا ٹکھا تھا

لگ گیا۔ دوسری بیوی سماتا مادی کو بھی نیوگ کرا کے حکم دیا اس غریب

نے بھی بہرہ خرابی نیوگ کرا کے نکل اور سہدیو دو فرزند پیدا کیے۔ اور یہی

پانچ نیوگی وندرند پانچون پانڈوان کے نام سے مشہور ہیں۔

اب بیاس جی کے حقیقی نیوگی پوتے ارجن جی مذکور ابن راجہ پانڈکا زمانہ آیا
ارجن جی نے اپنی مہ جین بیوی سماء در پری رانی کو بے دھڑک نیوک کرانے کا حکم
دیا۔ چنانچہ اوس کنبہ پر درانی نے غیر لوگوں پر اپنے جیٹھہ اور دیوردن کو ترجیح
دے کر پانچون سے باری باری نیوک کرانا اختیار کیا۔ شیخ سلیم صاحب جو ہندو
مسلمان ہو گئے ہیں اپنی کتاب میں فرماتے ہیں ۵ در پری رانی مہا بھوانی ارجن جی
کی ناری پانچو پانڈے اون کو بھوگین اپنی اپنی باری پانچو یہ کون دھرم ہے
اب پشتہا پشت کے بعد دیا نند جی صاحب کا نیا دو شروع ہوا آپ نے بکر شمش
تمام اپنے بزرگوں کے قدیم نیوگی رواج کو پھر زندہ کیا ع اگر پرنہ تو اندر پست تمام کت پ
دیا نند جی صاحب کو بد منڈل بھوگیت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جب مرد
نا قابل اولاد ہو تو اپنی زوجہ کو عام طور پر نیوک کرانے کی اجازت دے۔ اگر ایک
نیوگی مرد سے اولاد پیدا نہ ہو تو دو اور تین اور چار سے حتیٰ کہ گیارہ مردوں سے
شوہر اصلی کی حیات میں عورت کو نیوک کرانا جائز ہے شاعر نے کیا خوب کہا
۵ بھرے گا قطرہ بقطرہ صدف کبھی نہ کبھی بگے گا تیر کوئی برہت کبھی نہ کبھی
مقیار پر کاش مصنفہ دیا نند جی صاحب مترجم لالہ راہہ کشن صاحب صفحہ نمبر
میں لکھا ہے کہ بیا ہتا عورت کا خاوند اگر دھرم کے لیے پردیس گیا ہو تو آٹھ سال
تک۔ علم اور خست کے لیے گیا ہو تو چھ سال تک۔ دولت کمانے لیے گیا ہو تو

تو تین سال تک عورت راہ دیکھ کر دوسرے مرد سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کرے
اور جب اصلی خاوند واپس آ جاوے تو نیوگی مرد کو چھوڑ دے۔

وید کے شان نزول میں خود پیر وانید کا باہمی اختلاف

سناتن دھرم اہل ہنود جو بہت پہلے سے وید کو ایک مقدس کتاب مانتے چلے آئے
ہیں اپنے شاستر اور پرانوں سے نزول وید کا یہ واقعہ ثابت کرتے ہیں کہ برہما جی
کے پانچ منہ تھے ایک سب سے اوپر کے سر میں باقی چار طرف نیچے کے سر میں۔
لیکن اوپر کا سر مہادیو جی نے اس جرم پر کاٹ ڈالا کہ برہما نے اپنی سگی بیٹی سارستی
سے زنا بالجبر کیا تھا باقی ماندہ چاروں منہ سے ہر چہار وید نکلتے جن کو بیاس جی نے
ترتیب دیا ہے۔

آریہ سماجی ہنود۔ سناتن دھرم والوں کی تمام مقدس کتابوں کو غلط اور نامعتبر
ظاہر کر کے نزول وید کے متعلق ایک نئی منطق بیان کرتے ہیں۔ یعنی ایک سارب۔
چھیا نوے کڑوڑ آٹھ لاکھ باون ہزار نو سو چھتر سال کا عرصہ ہوا اس وقت ملک
تبت میں چار شیون پر جن کا نام وایو (ہوا)، اگنی (آگ)، آدیت (انگڑہ) آب و
خاک) ہے ہر چہار وید نازل ہوئے۔ جو متفرق اور پراگندہ تھے بیاس جی نے جمع کیے
لیکن ہر ایک تاریخ دان شخص سمجھ سکتا ہے کہ آریہ سماج کا دعویٰ کس قدر غلط فہمی پر
مبنی ہے۔ اول تو جن ناموں کی نسبت رشی ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے دراصل
یہ ہر چہار نام عناصر اربعہ یعنی آب و آتش خاک و ہوا کے ہیں۔ اور جو کچھ بھی

۱۵ مہا بھارت کے اوپر اب اوسا سنگھ پران وغیرہ میں یہ واقعہ بہت تفصیل سے لکھا ہے

الساتو سے ظاہر ہوتا ہے اور اس کے مظہر ہی عناصر ہیں جو ہر ذرہ و ذرہ کو بہشت دین شامل ہیں
 میں غلط فہمی سے ان عناصر اربعہ کو جو انسان میں ترکیب پا کر مظہر وید ہوئے ہیں شہی سمجھ لیا ہے
 اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے چار کتابوں کو تصنیف کیا اور اس کو یہ معلوم ہے کہ اس کا
 جسم بھی چار ہی عناصر یعنی ہوا آگ - پانی مٹی سے مرکب ہے اس لحاظ سے اگر وہ مصنف
 اپنی تصنیفات کی نسبت یہ ظاہر کرے کہ ان کتابوں کی مظہر چار قوتیں ہیں جن کا نام وا - یو
 (ہوا) آگنی راگ، آدیت (پانی) آنکرہ (خاک) ہے - تو مصنف کا ایسا کہنا - اتنی کے خلاف
 ہو گا لیکن سننے والے کا فرض ہے وہ کافی غور کر کے سمجھ لے کہ یہ نام کسی انسان کے نہیں ہیں
 بلکہ اسما و عناصر ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ ان کتابوں کا مصنف خود انسان ہے جس کا جسم
 آب و آتش خاک و باد سے مرکب ہے - دوسرے ملک ثبت کی مستعملہ زبان سنسکرت نہیں
 ہے اور وید زبان سنسکرت میں ہے اس لیے ثبت میں نزول وید کا دعوی غلط ہے -
 کیونکہ قانون قدرت کی بالکل خلاف ہوتی ہے کہ جو شخص تاریخ دان ہے وہ کبھی ویدوں کی
 اس قدر یعنی عمر تسلیم نہیں کر سکتا اور جبکہ خود دیا مندی صاحب کم از کم دس ہزار برس کا
 بھی ٹھیک پتہ نشان نہیں بتا سکتے اور نہ سلسلہ وار شجرہ نسب سے دس ہزار برس پہلی
 پیدائش انسانی ثابت کر سکتے ہیں تو لاکھوں اور کروڑوں برس پہلے ایک ساتھ
 چاروں ویدوں کے نازل ہو جانے کا دعوی کس قدر غلط فہمی ہے ۵ من انجہ
 بشرط بلاغت باتو میگویم : تو خواہ از سختم پند گیر و خواہ ملال :

فصل دوم

فصل میں آریہ دھرم کے سولہ خوبیوں کی تردید کی ہے

قوله صفحہ ۱۳۳ - آریہ دھرم کی خاص سولہ خوبیاں پہلی خوبی پر ماتما کی ذات و صفات اور اسکی اوپاسنا اور پرارتھنا میں کسی خاص جہت کی طرف متوجہ نہوتا بلکہ بلا تعین جہت اس کے صفات کاملہ کا دھیان کر کے اپنے دل کو اس میں لگانا پر ماتما کی کامل توحید و صفات حقہ اس خوبی سے اس دھرم میں موجود ہے کہ اس سے بڑھکر کسی اور جگہ ممکن ہی نہیں اور محال ہے کہ اس سے عمدہ کوئی اور بیان کر سکے وجہ یہ ہے کہ صرف ہی مقدس دھرم ہے جس میں پر ماتما کا ثبوت دلائل عقلیہ و برہان منطقیہ سے تہلایا جاتا ہے موتی پوجا قبر اور تعزیوں پرورد اور ایشور کا جسمانی ماننا ایشور کا کسی میں حلول فرمانا ایشور کا اوتار ماننا کسی آدمی کا خدا ہونا یا خدا کے برابر ماننا کسی کو خدا کا رسول یا کلیم یا روح یا صافی یا خلیل جاننا وغیرہ وغیرہ باتین جو مبدا و بت پرستی ہیں وہ ساری کی ساری وید سے قطعی ممنوع ہیں۔ وید ان باتوں کو معقول و لائق سے روکتا ہے دیکھو یجر وید اور دھیان منتر ۱ و ۲

اقول پنڈت جی صاحب ہر ایک کام کا خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی ضرور ایک قاعدہ اور طریقہ مقرر ہے اور یہی قانون قدرت کا مقتضی ہے کہ ہر کام باقاعدہ ہووے دنیا میں جس قدر آسمانی مذہب والے ہیں ان سب نے خدا سے واحد و بزرگ کو محیط مان کر اطراف عالم سے ایک سمت کو اپنا قبلہ یعنی مذہبی فیشن قرار دیا ہے تاکہ

خالق و مخلوق کی پرستش میں ایک جداگانہ شان قائم رہے اور ایسے جہت یا قبلہ کا تعین صرف ایک مذہبی فیشن ہے ورنہ خدا تو محیط کل اور ہر جگہ موجود ہے جیسا کہ

قرآن کی تعلیم ہے۔ سورہ بقرہ ۱۱۰ وَاللّٰهُ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ قَائِنٌ مَّا تَوَلَّوْا فَشَمَّ

وَجْهَ اللّٰهِ ترجمہ مشرق و مغرب سب کا ہے جس طرف رخ کرو گے تم اور خدا ہی خدا ہے

یہ مثال قابل توجہ ہے کہ ایک خدا پرست شخص نے بہت سے مشرکین کو توحید الہی

کا سیدھا راستہ دکھلایا لیکن وہ نو مسلم جماعت ابھی خدائے واحد کی پرستش کے طریقہ

سے بالکل نا آشنا ہے اور ضرورت ہے کہ وہ خدا پرست شخص اپنے ساتھ اولیٰ لوگوں

کو بھی ہنگام عبادت جماعت میں شامل کر کے طاعت الہی اور نماز گزاری کا طریقہ

بتا دے اور جس طرح خود اپنے خدائے واحد و بزرگ کے سامنے عجز و انکساری کے ساتھ

رکوع و سجود بجالاتا ہے اسی طرح ان سب کو سکھاوے اس حالت میں ان ناریوں

کا بلا تعین جہت اس طرح جماعت میں کھڑا ہونا کہ ایک کا منہ پورب دوسرے کا پیچم

دوسرے کا جنوب۔ چوتھے کا شمال کی طرف ہو۔ کس قدر ناموزون ہوگا۔

اس بے تکلفی کے قیام و قعود سے کبھی ان کا دل خدائے بزرگ کی طرف رجوع

نہیں ہو سکتا۔ اس لیے عقلا ہی ضرورت ہے کہ وہ سب ایک ہی جہت کو اپنا قبلہ

یعنی مذہبی فیشن قرار دے کر یکساں طریقہ پر دل لگا کر خدائے واحد کی پرستش اختیار

کریں۔ لیکن آپ ویدی تعلیم کے مطابق کسی ایک جہت کو اپنا مذہبی فیشن قرار نہیں

دے سکتے۔ جسکی وجہ یہ ہے کہ از روے دید آپ کا ایشور محیط کل نہیں ہی بلکہ محدود ہے

بجروید ادھیا منتر ۱۲۱ میں پریشور اوس راج میں جہان دھرم
کی پابندی ہوتی ہے قائم ہوتا ہوں۔ جس ملک میں علم اور دھرم کی ترقی ہوتی ہے
وہ میرا مقام مالوت ہے میں اوس راج میں فوج کے گھوڑوں اور بیانون کو قوت
عطا کرتا ہوں۔

اس منتر سے ثابت ہے کہ ایشور کا مقام مالوت آریہ ورت یعنی ہند تھا اس لیے کہ
ویدی دھرم کا رواج صرف ہندوستان میں ہے۔ لیکن جب سے ہند میں غیر
قوموں کا مذہب رائج ہوا۔ تب سے معلوم نہیں کہ ایشور کا مقام مالوت کونسا راج
قرار پایا ہی سبب ہی کہ آریہ صاحبان سیندھیا کرتے وقت ہر طرف منہ پھراتے ہیں
تاکہ اس گھوم پیر میں کسی وقت تو اوس نامعلوم راج کی طرف منہ ہو جاوے گا
جو آج کل ایشور کا مقام مالوت ہوگا۔

تابعین وید کو پر ماتما کی کامل توحید کیونکر حاصل ہو سکتی ہے اس لیے کہ وید میں
معرفت الہی اور نجات کا ذریعہ بالکل بتلایا ہی نہیں گیا ہے جس قدر منتر میں وہ سب کے
سب اندر اور اگنی اور بہت سے دیوتاؤں کی تعریف میں ہیں۔

بجز تابعین وید کے اور کوئی مذہب ایشور کو جسمانی نہیں مانتا ویدوں کے بے شمار
منتروں سے ایشور کا جسمانی ہونا ثابت ہے۔

بجروید ادھیا منتر ۱۲۱ ایسا انون میرا سر سزاری ہے اور میرا منہ زور ہے

سر کے بال و ریشمی و پچن چارغ کے مانند روشن ہیں (نئی تشبیہ ہے) میری ریشمی

جان ہے اور آپ حیات کی ایسی میری آنکھیں خوب روشن ہیں میرے کان دوست
سننے والے ہیں۔ پیارے ناظرین دیدی ایشور کا جہانی حلیمہ قابل دید ہے۔

خدا کے برابر مخلوق کو ماننا یہ بھی دیدی مذہب کی تعلیم ہے آریہ سماجیوں کا عقیدہ
ہے کہ روح اور مادہ دونوں خدا کے برابر قدیم اور ازلی اور ابدی ہیں اور اس شرک
فی الصفات کو وہ توحید کہتے ہیں مع برین عقل و دانش بیاید گریست :

خدا کے اون سچے اور برگزیدہ بندوں کو جنھوں نے تن من دھن صرف کر کے۔
خدا سے بزرگ کی توحید کو دنیا میں پھیلا یا آریہ سماجیان کیوں ماننے لگے اس لئے کہ
وہ تو ایسے تنیس دیوتا کے ماننے والے ہیں جو کارخانہ قدرت کے خزانہ دار ہیں
مثلاً۔ اکھرون وید کا ٹنٹا پر ٹھاکہ ۱۲۲ انوواک ۴ بھومکا صفحہ ۴۳۔ اوس

پر ماتا کا خزانہ قدرت تنیس دیوتاؤں سے محفوظ ہے پر ماتا کے اس خزانہ قدرت
کو جسکی دیوتا حفاظت کرتے ہیں کون جاسکتا ہے۔

پیارے ناظرین بھلا ایسے خزانہ دار دیوتاؤں کے سامنے نیوگی پتھہ والے ان
غریب اور تارک الدنیا نبیوں کو کیوں ماننے لگے۔

قولہ صفحہ ۱۲۲ دوسری خوبی۔ وید مقدس غلطی سے پاک رو و بدل سے ریت ناسخ و
منسوخ سے مبرا از آغاز عالم تا اختتام عالم جامع ارشاد کا ملہ و واضحہ فرمان عالیہ
جسکی ایک بات بھی علم و عقل کے خلاف نہیں بلکہ سب حکامات علیم کل و عقل کل
کی ذات کے شاہد ہیں چونکہ وید ہر طرح کی انسانی غلطیوں سے مبرا ہیں اور تارک

دنیا کی ہدایت کے واسطے ہر طرح کامل اس واسطے کامل کے سواے اور کسی سے ظہور
اون کا ناممکن ہے تمام علوم کے مسائل و تمام نزکیہ نفس کے وسائل وید میں نہایت واضح
طور پر موجود ہیں جسکو عقل انسانی بغیر تعلیم کے کسی طرح سے نہیں جان سکتی باوجود
سب سے قدیم ہونے کے آج تک اختلاف کا نہونا اور ہمیشہ ہزاروں لاکھوں
حافظوں کا موجود ہونا اس کے پورے کمالیت کی علامت ہے۔

اقول پنڈت جی صاحب وید کی غلطیان کہاں تک شمار کیجیے گا وہ خود اس قدر بھی بتا
نہیں سکتا کہ کس شخص پر اور کس مقام پر اور کس زمانہ میں اسکا نزول ہوا۔ اور کس
غرض سے نازل ہوا کیونکہ الہامی کلام کے نزول کا خاص مطلب یہ ہوتا ہے کہ بندوں
کو معرفت الہی اور نجات کا ذریعہ معلوم ہو جاوے اور یہ باتیں وید میں بالکل مفقود
ہیں الہامی کلام کے لیے ناسخ و منسوخ کا ہونا ضروری ہے لیکن اسکی خوبیوں کو
آپ نہیں سمجھ سکے ایک نصیحت آمیز اور ہدایت خیز کلام کے واسطے اس سے زیادہ
موثر طریقہ اور نہیں ہو سکتا ہے۔

در اصل منسوخ بمنزلہ ایک تمہیدی کلام کی ہے جسکا فائدہ یہ ہے کہ مخاطب متوجہ ہو کر
اپنی طبیعت کو بتدریج ترک عادت کے لیے قابو یافتہ کر لیتا ہے۔
اور ناسخ اس آخری واجب التعمیل حکم کو کہتے ہیں جسکی بجا آوری فرض ہے
جب کہ منسوخ یعنی ابتدائی اور تمہیدی کلام سے دلپراثر ہوتا ہو تو ناسخ یعنی آخری حکم
کی بجا آوری میں طبیعت مخالفت نہیں کرتی اور پوری کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

ایک ناصح مشفق کا فرض ہے کہ اس کا طریقہ نصیحت نہایت موثر اور دل پذیر
انداز میں ہوتا کہ بُری عادتیں خود بہ خود طبیعت سے دور ہو جاویں۔

مثلاً ترک شراب کے لیے پہلے شرابیوں کو یہ سنایا جاوے کہ شراب خواری
کا فائدہ نہایت کم اور نقصان بہت زیادہ ہے۔ یہ فقرہ ایک سچی اور بے لوث
نصیحت ہونے کے سبب سے قلب پر یہ اثر کر گیا کہ وہ آئندہ سے شراب کو مضر اور
مضر صحت سمجھ کر متنفر ہو چلین گے۔ **دوسرے وقت** طرح ہدایت کی جاوے

کہ نیک آدمیوں یا بزرگان قوم کے سامنے یا شاہی دربار میں شراب پی کر نہ گز
نہ جانا چاہیے اس لیے کہ نشہ شراب سے انسان مدہوش ہو جاتا ہے اور عالم مستی
میں خلافت عقل افعال و اقوال سرزد ہو کر باعث رسوائی ہوتے ہیں۔ یہ نصیحت

ایک سمجھدار شخص کے دل پر بہت گہرا اثر کرتی ہے تیسرے وقت طرح ہدایت
کی جاوے کہ شراب خواری مثل جوئے وغیرہ کے ایک بڑا فعل ہے اس سے پرہیز
کرنا چاہیے۔ تاکہ یہودی کا باعث ہو۔ اس نصیحت سے یہ معلوم ہو گیا کہ بغیر

ترک شراب کے اصلی یہودی حاصل نہیں ہو سکتی لیکن یہ سب ناصح بطور تہذیب
کے تھے جنکو منسوخ کہتے ہیں۔ اب آخری واجب التعمیل حکم ناسخ اس طرح سنایا
کہ تمہارا نفس امارہ اور شیطان یہ ارادہ رکھتا ہے کہ شراب وغیرہ کے ذریعہ سے

تمہارے باہمی اور خاندانی تعلقات میں عداوت پیدا کر دے۔ اور تمکو یا د خدا
اور عبادت خالق سے باز رکھے پس اب تم شراب کو چھوڑ دو۔

اس حکم کے سنتے ہی ایک سخت شراب کا چھوڑ دینا فرض اور واجب ہو گیا۔ چونکہ پہلے سے طبیعت متنفر ہو چکی تھی اور عادت میں بتدریج کمی ہو گئی تھی اس لیے آسانی کے ساتھ حکم ناسخ فوراً مان لیا گیا۔ لیکن ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ اگر بغیر منسوخ یعنی تمہیدی کلام کے پہلے پہل حکم ناسخ سنا دیا جاتا تو ضرور طبیعت حکم کی سخت مخالفت کرتی ایسے کہ عادت طبیعت ثانیہ ہو جاتی ہے جس کا ایک سخت ترک کر دینا نہایت مشکل ہے۔ قرآن کی بعینہ وہ احکام جن کو ایک سخت ترک عادت کر کے مان لینا سخت مشکل تھا ناسخ و منسوخ کے مصدقہ آمیز طریقہ پر نازل ہوئے ہیں۔

مثلاً شراب خواری کی ممانعت جس طریقہ سے کی گئی ہے وہ ضرور قابل قدر ہے۔

پہلے بار بطور تمہید کے یہ ہدایت ہوئی۔ سورہ بقرہ ۲۱۹ یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ

قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ إِثْمُ الْكُفْرِ أَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ترجمہ سوال کرتے ہیں تجھ سے (ای نبی)

شراب اور جوئے کی نسبت کہہ دے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور منفعت مروج

بھی ہے لیکن گناہ اون کا بہت زیادہ ہے بہ نسبت فائدہ کے۔ دوسرے وقت

یہ ہدایت ہوئی سورہ نساء ۴۳ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ سُكَارَىٰ

ترجمہ اے ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز کے نزدیک نہو تیسرے مرتبہ

یہ ہدایت ہوئی سورہ المائدہ ۵۸ إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَسْوَاقُ حَرَامٌ

فَمَنْ عَمِلَ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبْهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ ترجمہ بخراسکے اور کچھ نہیں کہ شراب

اور جوا اور بت اور پانسہ ناپاک افعال ہیں علم ہاں شیطان سے پس ان سے بچنا چاہیے

یہودی حاصل ہو۔ یہ سب نصاب منسوخ یعنی تہذیبی حکام ہیں جنکو بتدریج بحسن کر ترک شراب پر طبیعت آمادہ ہو گئی۔

چوتھے بار آخری واجب التعمیل حکم ناسخ سنایا گیا۔ سورہ مائدہ ۵۱ اِنَّمَا يُرِيدُ

الشَّيْطَانُ اَنْ يُوقَعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْحَرَمِ وَالْمَيْسِرِ وَيُضِلَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ

وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ ترجمہ بجا سکے اور کچھ نہیں ارادہ رکھتا ہے شیطان

کہ ڈالے درمیان تمہارے عداوت اور لفاق شراب اور جوئے سے اور روکے تمکو

ذکر الہی اور نماز سے پس اب تم ان چیزوں سے باز رہو۔

چونکہ حکم منسوخ نے پہلے سے دلون کو نرم کر رکھا تھا اس لیے حکم ناسخ کا پورا اثر

ہوا اور عرب ایسے جاہل اور وحشی ملک سے شراب خواری کا رواج بالکل

مردوم ہو گیا یہ اثر ہے ناسخ و منسوخ کی مصلحت آمیز نصیحت کا۔ خبر فی تہذیب النبی ص ۱۰۰

تزکیہ نفس کے وسائل وید میں بالکل مفقود اور شہوت پرستی کے تمام تر مسائل

موجود ہیں مثلاً رگویدا دھیائے منتر ۲۔ اے انسانو جیسے بیل گوؤن کو حاملہ کر کی

پشتوں کو بڑھاتا ہے ویسے گرسٹ لوگ عورتوں کو حاملہ کر کے پر جا کو بڑھاتا ہیں

اسی طرح عورتوں کو تاکید حکیم ہے کہ اگر اصلی شوہر سے دلی خواہش پوری

نہ ہوئے تو گیارہ طاقت در مردوں سے بے دھڑک نیوک کر اوین پیارے ناظرین

ایسے شہوت انگیز مسائل کو تزکیہ نفس کا وسیلہ سمجھنا کس قدر غلط فہمی ہے۔

وید کے تمام احکام ایک دوسرے کے خلاف ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سیکڑوں

مختلف طبائع کا نتیجہ افکار ہے خود ایشور کا جسمانی حلیہ بیان کرنے میں بحد اختلاص
ہے مثلاً بھومکا صفحہ ۱۸۴۔ اسے پریشتر شری یعنی شان و شوکت اور لکھشٹی یعنی

وصف و کمال یا دولت و حشمت دو پیاری بیویوں کے مثال تیری خدمت گزار
ہیں اور دن رات تیرے دو پہلو ہیں وقت یا زمانہ کی گردش پیدا کرنے والے

سورج اور چاند تیری بعلوں اور آنکھوں کے بجائے ہیں ستارے جو علت اولیٰ
کے جزو یا تیری قدرت کے منظر ہیں بمنزلہ تیرے سروے روشن کے ہیں اشون یعنی

اکاش تیرے دہن کشادہ کے مثال ہے اس منتر میں ایشور کو مجسم مان کر ہر ایک
حادث اور فانی شے کو اوسکا ہاتھ پاؤں قراؤ دیا ہے اور یک نہ شدو بیویوں

کو اوس کا خدمت گزار ظاہر کیا ہے اور یہ ملحوظ رہے کہ سورج اور چاند ایشور کی
بغل اور آنکھیں ہیں۔ اٹھرن وید کا ٹڈنڈا پر پھاٹک ۳۱۱ انوواک ۴۴ بھومکا

صفحہ نمبر۔ زمین جسکی پر مابینی معرفت حقیقی کا ذریعہ اور بمنزلہ پانون کے ہے

انترکش یعنی خلا بالائے زمین بمنزلہ وعدہ یا شکم ہے اور جس نے سب سے اوپر

سورج کی کرنوں سے روشن اکاس کو دماغ یا سر کی جگہ قائم کیا ہے اوس بزرگ

جلیل و برہم کو ہمارا نمسکار ہو۔ اس منتر میں وہی سورج جو سابقہ منتر میں

ایشور کی آنکھ تھا اب ادھر ہونے کی وجہ سے ایشور کا سر بن گیا۔

بجروید ادھیانٹ منتر۔ اسے انسانو میرا سر سرداری ہے اور میرا منہ زور ہے

سر کے بال اور ڈاڑھی مویچھین چراغ کے مانند روشن ہیں میری راجہ جان ہی

اور آب حیات کی ایسی میری آنکھیں خوب روشن ہیں میرے کان دور سے سنتے والے ہیں
 پیارے ناظرین ایشور کا اختلاف پذیر حلیہ قابل دید ہے پہلے منتر سے معلوم ہوا
 کہ ایشور کی آنکھیں سورج اور چاند ہیں۔ دوسرے منتر سے ظاہر ہوا کہ سورج اور
 آسمان تو ایشور کا سر اور دماغ ہے۔ تیسرے منتر سے ثابت ہوا کہ یہ کچھ بھی نہیں
 ایشور کے سر کے بال اور ڈاڑھی مویچھیں چرخ کے مانند روشن ہیں اور اوس کی
 آنکھیں آب حیات ہیں۔ ایک بہروپے کی سوانح عمری میں بھی اس قدر
 حلیہ درج نہ ہون گے جس قدر ایشور کے مختلف حلیہ وید میں تحریر ہیں ع
 بسوخت عقل زحیت کہ این چہ ہوا عجبت : او حیکہ ویا نند جی کی زمانہ
 وید ہوا اس قدر گمنام اور معدوم تھا کہ بقول مہتا اہد اکشن صاحب مؤلف تاریخ
 آریہ سماج۔ تمام انڈیا بھر میں بکوشش تمام و تلاش بسیار صرف ایک نسخہ وید کا دستیاب
 ہو سکا تو پھر معلوم نہیں کہ پنڈت جی صاحب کا یہ دعویٰ کہ ہمیشہ ہزاروں لاکھوں
 حافظوں کا موجود ہونا اوس کے پورے کمالیت کی علامت ہے۔ کس طرح
 صحیح ہو سکتا ہے اس لیے کہ جب وید خود معدوم تھا تو اوس کے حافظ کیونکر موجود
 ہو سکتے ہیں ع او خوشن گم است کرا رہبری کند :

قولہ صفحہ ۱۲۲ تیسری خوبی تقلید شخصی سے بریت تحقیق علمی کی عام اجازت
 جس کی بدولت انسان ہمیشہ معراج ترقی کی سیر کرتا رہتا ہے اور جہالت اور تقلید
 کے گڑھے میں نہیں گرتا ہے اور اسی سبب سے آریوں کا ازمنہ مختلفہ ہیں

ہر علم و فن میں عمدہ عمدہ ترقی کرنا ظاہر ہے۔ اور اب جو تھوڑے سالوں سے پھر
 آفتاب صداقت کی شعاعیں ابرطلت سے نکلی ہیں علم معقول کی طرف پھر
 توجہ ہوتی جاتی ہے جو درحقیقت انسانی بھلائی کی نہایت عمدہ علامت ہی
 اقول پنڈت جی صاحب آدمی کا قول و فعل یکساں ہونا چاہیے آپ نے
 دیانتد جی صاحب کی تقلید میں اصلی دھرم تک کو چھوڑ دیا نہ ہی پوتھیوں
 اور شاستروں کی بہت زور سے تردید کی اپنے بھائی بندوں کی توہین بہ
 کمر باندھی۔ پس جبکہ آپ خود اور تمام دیانندی پنتھ والے تقلید کے تارک گٹھو
 میں پڑے ہوئے ہیں تو پھر زبانی انکار اور ہٹا دھرمی بیکار سے مع میں الزام
 اون کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا :

قولہ صفحہ ۲۲۲ خدا کی کامل عبادت لوگ دیا صرف اسی دھرم میں ہے۔ جسکے
 بغیر نہ تو دھیان جم سکتا ہے نہ طبیعت یکسو ہوتی ہے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ حتیٰ کہ
 پچھل میں رک کر ایشوری گیان میں محو نہو جاوے دھیان کا جنما محال ہے اور
 جب تک دھیان نہ جے ایشور کا پراپت ہونا سراپا ناممکن ہے ایسی مکمل عبادت
 اور ایسا مکمل طریقہ کسی اور مذہب یا دھرم میں بالکل نہیں ہے۔

اقول۔ پنڈت جی صاحب ویدی مذہب میں خدا کی کامل عبادت کیونکر
 ہو سکتی ہے اسلئے کہ جب تک معرفت الہی حاصل نہوا و سوقت تک کامل عبادت
 ناممکن ہے۔ اور ظاہر ہے کہ وید میں معرفت الہی اور نجات کا ذریعہ بالکل ہی تباہ یا نہیں کیا

جسکی وجہ سے تابعین ویدیت پرستی۔ دیوتا پرستی۔ آتش پرستی۔ کی طرف متوجہ ہو گئی ہیں
لنگوٹ باندھ کر اور دھوتی رکھ کر بیٹھ جانا اور بات ہے اور خدا کے اصرار بزرگ
کو دل سے یاد کرتا اور اس میں دھیان لگانا اور بات ہر عہد میں تفاوت رہ
از کجاست تا بہ کجانی

قولہ صفحہ نمبر ۱۳۴۔ پانچویں خوبی شفاعت کا نہونا پریشور سے بلا واسطہ غیرے
ملاپ نہ کسی اردلی کی ضرورت نہ امیر بنگلی کی حاجت نہ رشوت سے مطلب نہ
ڈالی سے غرض صرف اپنے ذاتی فاعلون سے پر ماتا کی حصولی اپنے مذہب کی
بزرگی ہے۔ رشوت کا برا الزام کوئی مذہب پریشور کی ذات سے دور نہیں کرتا۔
بلکہ سب مذہب اسی الزام کا اس سے ملزم گردانتے ہیں اور پریشور کو دفعۃً
تعزیرات ہند کا مجرم جانتے ہیں مگر وید دھرم بھی اس الزام سے پریت کرتا ہے
اقول۔ پنڈت جی صاحب بجز ویدی مذہب کے اور کوئی مذہب پریشور پر رشوت
کا الزام نہیں لگا سکتا کیونکہ ویدی مذہب کے دیوتا اور مہادیوتا جقدر ہیں
وہ سب رشوت خوار ہیں مثلاً گنی دیوتا کو اس طرح رشوت دی جاتی ہے۔ کہ
صبح شام گوبر سے چوکا دے کر کیلے وغیرہ کے کھنڈ گاڑ کر گھی کی لکڑیاں آگ
میں جلا کر سیوہ اور اناج موہن بھوک خوش ذائقہ مٹھا ٹیان وغیرہ چڑھا کر
دلی آرزو بر لانے کے لیے ویدی منتر پڑھ کر اس طرح التجا کرتے ہیں شام وید
پر بھاٹک ۱۱ منتر ۱۱۔ اے گنی دیوتا لوگ نہایت ادب سے طاقت کے واسطے

تیری مدح سرائی کرتے ہیں تو دشمن کو خطرون سے تکلیف دے۔ شام وید
باب دوم فصل اول پر پھاٹک ۱۔ منتر ۱۔ اے اگنی دیوتا تو ہون کے کام

مین بڑا مہنر رکھتا ہے پس اے اگنی تو دیوتاؤں کو اس پر ہنر گار مرد کے پاس

جو کہ خوشی خوشی تیری عبادت کرتا ہے تیری شوکت ہمارے دشمنوں کو دور

بھگاتی ہے۔ ان منتروں میں اگنی دیوتا کو شفیع اور واسطہ مقرر کیا ہے کہ

وہ اور دیوتاؤں کو جن میں مہا دیوتا ایشور بھی ہے رشوت دینے والی پوجاری

کے پاس لاوے۔ پس اگنی دیوتا ایک خاص مقرب دیوتا ہے جس کو رشوت

دینا ایشور کے ملاپ کا ذریعہ ہے۔ اس لیے کچھ شک نہیں کہ اس رشوت میں

ایشور بھی حصہ دار ہے رع وزیر چین شہر یارے چنان :

قولہ صفحہ ۱۲۵ چھٹی خوبی۔ پنج مہایگ کا روزمرہ فرض ہونا۔ اول عبادت پر مانتا

یعنی برہمہ گیہہ۔ دوم خدمت والدین۔ و فضلا و اچار یہ یعنی پتری گیہہ۔ سوم

مہان نوازی یعنی ات ہی گیہہ چہارم ہتیم خانہ وغیرہ قائم کرنا یعنی ایاہج گیہہ

پنجم تمام دنیا کی بہتری کے واسطے کوشش کرنا اور حتی الوسع اسکے واسطے

ہر روز جگت اوپکارک اور روگ ناشک اگنی ہو کر کرنا یعنی ریو گیہہ۔ ویکھو

پستک پنج مہا گیہہ ودھی۔

اقول پنڈت جی صاحب بجز اگنی ہو تر یعنی آتش پرستی کے باقی چار مہایگ

میں آپ کا قول و نقل یکساں نہیں ہے۔ (۱) پر مانتا کی عبادت بالکل معدوم

اور بت پرستی دیوتا پرستی کا عام رواج ہے (۲) والدین کی خدمتگذاری سے
 ویدی مذہب والے بالکل محروم ہیں ذرا انصاف تو فرمائیے کہ نیوگی باپ کی
 جو اصلی والد ہے کون خدمت کرتا ہے (۳) صرف اسی مہمان کے ساتھ
 مہمان نوازی کا برتاؤ کرنا آریہ میزبان کا مذہبی فرض ہے جو نیوگی کی غرض سے
 وارد ہوا ہو۔ مثلاً ایک اشتہاری نیوگی کا اشتہار درج ہے۔ آریہ گزٹ لاہور
 مطبوعہ ۱۲ اپریل ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۰۰ کا لم نمبر ۱۔ میرے ایک مترفات کے مکتوبی عمر
 چالیس سال کے آریہ سماجی صحت عمرہ بسبب ہونے سنتان پہلی بیوی میں سے
 جو کہ بیمار ہے کسی ایسی یوگھ دھوا سے جسکے یہاں اوسکی پتی سے سنتان نہوتی ہو
 صرف واسطے سنتان ات پتی کے سوامی جی کی ہدایت کے بموجب نیوگی کرتا
 چاہتے ہیں۔ اگر کسی آریہ سماج کے خاندان میں ایسی استری ہو اور وہ استری
 بھی اس کام کے لیے دھرم انوکول سب طرح طیار ہو تو ذیل کے پتے پر خط و
 کتابت فرمادیں۔ راقم ایک یہ سماجی معرفت کالورام سافٹو کی پری پٹرورکس دس میان میر
 پیارے ناظرین۔ ایسے مہمان کی مہمان نوازی ضرور نیوگی مذہب کی خوبیوں
 میں شمار کرنے کے قابل ہے۔ رع اجاڑے گا گھر بار سارا نیوگی (۴) یتیم خانہ
 قائم کرنے کا خیال مسلمانوں کی یتیم پروری دیکھکر اور قرآن کی پاکیزہ تعلیم
 سنکر پیدا ہوا ہے۔ ورنہ دیدون میں یتیم پروری کی بالکل تاکید نہیں ہے (۵)
 پانچویں عبادت اگنی ہو ترغنی آتش پرستی سے بچا سکے کہ زردشت کی روح

خوش ہوتی ہو اور کچھ فائدہ نہیں ہے۔

قولہ صفحہ نمبر ۱۳۔ ساتویں خوبی استری پریش اہل قرابت والدین و سرزند۔ ہمسایہ۔ یتیم
مہمان۔ مساکین کے حقوق شادی غمی کے فرائض بلکہ پیدائش سے موت تک
سولہ سنسکار اس خوبی سے منوسمرتی و سنسکار ودھی میں موجود ہیں کہ جن کا عشر
عشر بھی اور مذاہب میں نہیں ہے۔ جنرل ہے سیکٹاٹن صاحب فرماتے ہیں
کہ وشنوان قانون دھرم شاستر میں سے منوجی کا درجہ اول ہے۔ عورت کو
اروہنگی ماننا کثرت ازدواج کا نہونا ایک ناری اور ایک پتی کا برت دھارن کرنا
پرودے کی جہالت کا نہونا صرف اسی مبارک دھرم کی بزرگی ہے۔

اقول پنڈت جی صاحب دروغ گو را حافظہ نباشد نہ ذرا وید کی تعلیم کو تو یاد
فرمائیے استری اور پریش کے حقوق ناری اور پتی کے برت دھارن کرنے کا
طریقہ کس طرح بتا رہا ہے مثلاً رگوید ادھیا نمبر ۲ متر ۲۔ اے انسانو جیسے ہیل

گوڈن کو حاملہ کر کے پشتوں کو بڑھاتا ہے ویسے ہی گرسٹ لوگ عورتوں کو
حاملہ کر کے پر جا کو بڑھا دیں کہ گوید منڈل ۱۷ سوکیت ۱۷ کی شرح میں دیا بھی
کا یہ حکم ہے کہ اصلی شوہر کی موجودگی میں عورت اور بھی گیارہ طاقت و مردوں
سے بیوگ کر سکتی ہے۔ اب دیکھیے ازروئے وید ایک ناری اور ایک پتی کا برت
کرنا کس قدر غلط دعویٰ ہے۔ معلوم نہیں کہ آپ سچے ہیں یا وید سچا ہے۔

پرودے کی رسم کو جہالت کہنا بے جا تعصب ہے۔ خود دیا مند جی نے بدانتہا تجربہ کر کے

یہ رائے قائم کی ہے کہ بیحجاب پھرنے سے زنا کاری کا رواج ہوتا ہے جسے کہ
مندرون اور پرستشگاہوں میں بھی عورتوں کو مردوں سے بے حجاب نہ رہنا
چاہیے۔ ستیا رتھ پرکاش صفحہ ۴۱۵۔ عورت مردوں کا مندرون میں میل
ہونے سے زنا کاری لڑائی بکھڑے اور بیماریاں وغیرہ پیدا ہوتی ہیں۔ منوجی نے
جنگو آپ واضعاً قانون دھرم شاستر میں اول نمبر مانتے ہیں (فرمایا ہے اپدیش
نیجری صفحہ ۱۱ اندریان اسقدر زبردست ہیں کہ مان ساس اور لڑکی کے ساتھ بھی
جوشیاری سے رہنا چاہیے دوسروں کا تو کیا ذکر ہے۔ پیارے ناظرین دیاندی
اور منوجی ایسے تجربہ کاروں کی تو یہ رائے ہے کہ عورتوں کو بیحجاب نہ رکھنا چاہیے
اور آریہ صاحبان نیوگ کی خواہش میں پردے کو جہالت کہتے ہیں۔ غ
کرا لیجیے آنکا رائیوگ :-

قولہ صفحہ ۱۳۵ آٹھویں خوبی۔ روح اور روحانی باتوں کا سچا علم مادہ اور مادی
چیزوں کا صحیح گیان دنیا کب تک رہے گی اس کا واقعی حال جسکے بیان کرنے سے
قرآن اور بایبل کی زبان گنگ اور لال ہے وہ اس خوبی سے اس دھرم میں
بتلائی گئی ہیں کہ دیگر علم و سائنس اس سے زیادہ واضح اور صحیح بتلانے سے عاجز
ہیں مفصل دیکھو تاریخ دنیا حصہ اول۔

اقول۔ پنڈت جی صاحب اگر آپ کو روحانی باتوں کا سچا علم ہوتا تو کبھی روح
اور مادے کو خالق کے برابر قدیم اور ازل وابدی نہ مانتے۔ اس شرک فی الصفات کو

صحیح گمان سمجھنا کس قدر غلط نہیں ہے۔

حضرت انسان کا وحش طیر اور نباتات و جمادات وغیرہ متحرک اور غیر متحرک
قالبوں میں جنم پانا اور حیوانوں کا رد و بدل سے انسان بن جانا تیلی کے
بیل کی طرح گھوم پھر کر ایک ہی دائرہ میں محدود رہنا اور گرگٹ کی طرح نت
نئے رنگ بدلنا۔ کبھی نجات اور کبھی کاہنہ حاصل ہونا کس قدر علم و عقل کے خلاف
ہے طائر ارواح کا ابدال آباد تک نفس جسمانی میں مقید و معذب رکھنا صرف
ظلم ہی نہیں ہے بلکہ خالق ارواح کی عاجزی اور کم مقدوری کو بھی ظاہر کر رہا ہے
جس طرح ایک چڑیا کے جال میں اتفاقاً چند طائر پھنس جائیں نہ اون سے
زیادہ ہاتھ آنے کی امید ہو اور نہ انہیں سے کم کرنے کو دل چاہے اس لیے کہ اگر
وہ چھوٹ گئے تو پھر پنجرہ کیونکر آباد رہے گا۔ اسی طرح ویدی ایشور نے
بھی روحوں کو تسایخ کے پنجرے میں پھانس رکھا ہے ایک پنجرے سے دوسرے
پنجرے میں بدلنے کے سوا کبھی نجات نہیں مل سکتی۔

دو سر روح و جسم دونوں شریک حال ایک دوسرے کے معین و مددگار ہیں
لیکن جسم سے اعمال کی نسبت کچھ باز پرس نہونا۔ اور روح بے چاری کا ہمیشہ
کے لیے تسایخ کے پنجرے میں بند رہنا۔ طرح بطرح کے انقلاب پذیر تکالیف
اور ناقابل برداشت مصدمات اٹھانا کس قدر ظلم ہے۔ اگر نیک اعمالی کی جزا دی
جاوے تو روح کو مع اپنے اصلی جسم مشترک الاعمال کے بہشت میں جگہ ملنا چاہی

اور بد اعمالی کی سزا میں روح کو جسم کے ساتھ دوزخ میں رکھنا چاہیے۔ لیکن
تنہا روح کو بغیر جسم کے جزا دینا اور دنیا خلافت عدل ہے۔

تیسرے انسان سمجھ اور گیان کی وجہ سے تمامی مخلوقات میں ممتاز ہے اور ظاہر
ہے کہ گیان کا تعلق روح سے ہے پس جبکہ روح کبھی فنا نہیں ہوتی تو کیا وجہ ہے
کہ اوس کا گیان فنا ہو جاوے اور روح کو اس قدر موٹی بات بھی یاد نہ رہے۔
کہ پہلے جہنم میں اوسکی کیا حالت تھی اور کس وجہ سے اوس کو دوسرا قالب بدلنا
پڑا۔ شیر خوار بچہ خواہ وہ انسان یا حیوان کا ہو اگرچہ ابتدائی حالت میں اوسکی
قوت روحانی اور جسمانی بہت کم ہوتی ہے جسکی وجہ سے کسی بات کا گیان قائم
نہیں رہ سکتا لیکن پھر بھی اوس نازک حالت میں وہ اپنے گیان سے مان کو
یاد رکھتا ہے۔ کمال حیرت ہے کہ جہنم یافتہ انسان جسکی روح کہنہ مشق اور
اپنی قوت میں کامل ہونا چاہیے وہ پچھلے جہنم کے مان باپ تک کو کیونکر بھول
جاتا ہے۔ خواب کی حالت موت سے بہت مشابہ ہے لیکن خواب میں بھی انسان
کا گیان بدستور باقی رہتا ہے۔ برسوں کے بچھڑے دوست احباب فوراً پہچان میں
آجاتے ہیں۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ تھوڑے ہی دنوں میں روح کو نیا جہنم
ملنے پر کچھ واقعات بالکل یاد نہ رہیں۔

چوتھے۔ تابعین وید کا مذہبی عقیدہ ہے کہ انسان کا مختلف قابوون میں جہنم
لینا اور بری بھلی انسانی یا حیوانی شکل میں ظاہر ہونا۔ پچھلے جہنم کے اعمال و اعمال

جزا و سزا کا نتیجہ ہے۔ اس دعوے کے لیے دلیل کو اگر بفرض محال مان بھی لیں
 تو اس میں شک نہیں کہ یہ جزا یعنی انعام سزا سے بدتر ہے۔ اور یہ سزا مجرم کے
 حق میں انعام ہے جزا تو اسوجہ سے بدترین سزا ہے کہ اس جزا کو بالکل ثبات
 اور قیام نہیں اگر آج خوش اعلیٰ سے ایک جوان انسان بن گیا تو کل پھر اس کے
 دوسرا قالب تبدیل کرنا ضروری ہے۔ اور جبکہ اسکو یہ معلوم ہی نہیں
 کہ پہلے جو میں حیوانی قالب میں تھا تو فلان اعمال بد کی یہ سزا تھی اور اگر پھر
 ویسے ہی افعال کر ونگا تو بدستور حیوانی قالب میں جہنم لینا پڑے گا اس لیے
 ضرور ہے کہ بخبری کی حالت میں وہ پھر مثل سابق افعال بد کا مرتکب ہو جاوے گا
 جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آئندہ کا جہنم پھر حیوانی قالب میں ہوگا۔ اس لیے
 ایسا انعام جس کے ایک بار کے عطیہ کے عوض میں کئی جہنم تک حیوانی قالبوں
 میں رہ کر سزا بھگتنا پڑے کس قدر بڑا انعام ہے اور جو بار دیگر پھر بھی خوش اعلیٰ سے
 انسانی جہنم حاصل ہو گیا تو ہر بار کی تکلیف مرصن سکرات موت کی سختی و دنیوی
 آلام و انکار ہرگز سزا سے کم نہیں ہیں۔ ایک انسان کو اگر خوش اعلیٰ کے
 صلہ میں چند بار یہ انعام ملا کہ ہر مرتبہ انسان بنایا گیا تو یہ انعام بالکل اسی طرح
 کا ہے جسطرح ایک قیدی کو ہر روز نئی کوٹھری میں قید کرتے رہیں۔
 اور یہ سزا مجرم کے حق میں بمنزلہ انعام کے ہے اس لیے کہ علت جرم و سزا
 نہ معلوم ہونے کی وجہ سے مجرم کے دل و دماغ پر سزا کا اثر باقی نہیں رہتا

جسکی وجہ سے اوسکو پھر ارتکاب جرائم کی جرأت ہوتی ہے۔ عقلاً یہ ضرورت ہے
 کہ ارتکاب جرم کی حالت میں مجرم کے واسطے ایسی سزا تجویز کی جاوے جو اسکا آئندہ
 جرائم کے ارتکاب سے باز رکھے اور اوسکو یہ معلوم ہو جاوے اور یاد رہے کہ مینے
 یہ جرم کیا تھا اور اوسکی یہ سزائی۔ مثلاً چور کے واسطے سزائے قید تجویز کیے اُسکو
 حکم سنا دیا جاوے کہ تو نے سرفہ کا ارتکاب کیا تھا اس لیے ایک مدت معینہ
 تک تو قید رکھا جاوے گا۔ اس سزا کا یہ فائدہ ہوگا کہ ایام قید میں سارق اپنی
 طبیعت اور عادت کی اصلاح کر سکتا ہے۔ اور علت جرم و سزا معلوم ہو جانے کی
 وجہ سے آئندہ وہ ارتکاب جرائم سے باز رہے گا۔ یا مجرم کو ایسی سزا ملنا چاہیے
 کہ آئندہ پھر وہ ارتکاب جرائم نہ کرے۔ مثلاً پیشہ ور چور کا ہاتھ قطع
 کر دیا جاوے تاکہ آئندہ وہ چوری کرنے کے قابل ہی نہ رہے۔ ایسی سزا کا
 مجرم اور دیکھنے والوں پر بہت عبرت انگیز اثر پڑے گا لیکن بغیر علت سزا بتلانے
 کے دوسرا قالب بدل دینے کی سزا بڑے فربے کی سزائے مثلاً ایک شخص نفس
 حیوانی کے غلبہ سے زنا کا مرتکب ہوا اوسکی سزایہ ہوئی کہ بندر یا کتے کا جہنم ملا۔
 اور علت جرم و سزائے سے پیچیدہ رکھا گیا جسکی وجہ سے اوسکو آزادانہ شہوت رانی کا
 خاصہ موقع ملا بے غم و الم اپنی قدیم عادت کے مطابق ہمنسون میں خوب
 بکھڑے اڑائے۔ نہ حد شرعی کا خوف ہے۔ نہ تعزیرات ہند کے دفعات عامہ
 ہونے کا ڈر ہے۔ نہ کوئی روک ٹوک کرنے والا ہے۔ نہ کوئی عذاب عقبی اور

دلت دنیا سے ڈرانے والا ہے۔ انسانی حالت میں آزادانہ شہوت رانی کی روک تھام تھی جو انی جنم میں بے دھڑک جس سے چاہا شہوت پوری کر لی۔ منہ پر ہانگی مراد ملگئی۔ اندھا کیا چاہے دیکھیں۔ ایسی سہرا سے نہ خود مجرم کو اور نہ دیکھنے والوں کو عبرت ہوئی اور نہ جرائم کا سد باب ہوا بلکہ مجرم کو اس کے منشاء دلی کے مطابق نفسانی خواہشات پورا کرنے کا بے دھڑک موقع دیا گیا ہے۔ جو اسکے حق میں بمنزلہ انعام کے ہے۔

پانچویں تابعدا بید کا مقولہ ہے کہ بعض آدمیوں کا جنم امیروں کے گھر اور بعض کا فقیروں کے گھر ہوتا ہے پس یہ امیری اور غریبی کا فرق اون کے پچھلے جنم کی بد اعمالی اور خوش اعمالی کا نتیجہ ہے۔ یہ خیال بالکل غلط فہمی پر مبنی ہے امیری اور فقری ہرگز بد اعمالی اور خوش اعمالی کی علامت نہیں ہے اس لیے کہ دنیا میں جس قدر خوش اعمال لوگ مثل سادھو وں اور رشیوں اور تارک الدنیا فقیروں کے گذرے ہیں ان سب نے ہمیشہ امیری کو ناپسند اور فقری کو دے پسند کیا ہے۔ اگر فقری اعمال بد کی پہچان ہوتی تو وہ خوش اعمال لوگ کیوں اس بد اعمالی کی علامت کو اپنے لیے پسند کرتے۔ اگر یہ امیری اور فقری پچھلے جنم کے اعمال کا نتیجہ ہوتی تو ضرور اس دور کے آخری حصہ عمر تک یہ سہرا و جزا بحال خود قائم رہتی۔ لیکن دن رات کا تجربہ شاہد ہے کہ بہت سے امیر تھوڑے ہی دنوں میں روٹیوں کو محتاج ہو جاتے ہیں۔ اور بہت سے ریا کا سادھو اور

۱
 ناجائز وسیلوں سے باوجود سخت بد اعمال ہونے کے بہت جلد مال ہو جاتے
 ہیں پس یہ امیری اور فقیری اعمال کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ یہ باتیں انتظام عالم
 پر مبنی ہیں اگر سب امیر ہی امیر ہوں تو دنیوی کاروبار بند ہو جاوے گا ایک دوسری
 کا کام کیوں کرنے لگا اور جو سب فقیر ہوں تو اون کی کفالت اور اعانت کون کی
 چھٹے۔ تا بعین دید کا عقیدہ ہے کہ بعض بچوں کا پالہج یا کور مادر زاد پیدا ہوتا۔
 بچے جہنم کی بد اعمالی کی پہچان ہے۔ یہ خیال ادروے تجربہ و مشاہدہ بالکل غلط
 ہے اسلئے کہ فی زمانہ ہزار آدمیوں میں زیادہ سے زیادہ سو آدمی نیک اعمال
 ہوں گے باقی نو سو بد اعمال نکلیں گے۔ اس لحاظ سے ضرورت ہے کہ جب ہزار بچے
 پیدا ہوں تو اون میں سے صرف ایک سو صحیح الاعضا اور نو سو پا پا بچ اور اندھے
 وغیرہ ہوں۔ اور جو یہ مان لیا جاوے کہ اون نو سو بد اعمال اشخاص میں سے
 بعض کا جنم حیوانات اور نباتات وغیرہ کے ہوں میں ہو گیا ہے تب بھی کم از کم
 ہزار میں سو یا پچاس مولود تو اس طرح پیدا ہوں کہ جنکو دیکھ کر سزا یافتہ جہنم کی
 تصدیق ہو جاوے لیکن اس اوسط کے مطابق ہر گز بچوں کی پیدائش نہیں
 ہوتی۔ ہزاروں آدمی روز دنیا میں جنم لیتی اور سب صحیح و تندرست پیدا ہوتے
 ہیں کبھی لاکھ دو لاکھ بچوں میں اگر بعض اتفاقات اور حادثات کی وجہ سے
 دو ایک مر لیں یا اندھے بھی پیدا ہو گئے تو اون کی پیدائش کو سزا و جزا پر محمول
 کرنا بڑی غلط فہمی ہے۔ دراصل بچہ کی خلقت کا پورا ہونا یا اندھا اور ایا بچ

ہو جاتا یہ تمام باتیں بیرونی حوادث اور اتفاقات پر مبنی ہیں مثلاً حاملہ کو اگر کوئی
 اندرونی عارضہ لاحق ہو گیا ہے تو ضرور مولود بھی مریض پیدا ہوگا اگر باپ
 کسی متعدی مرض میں مبتلا ہے تو اس مرض کا اثر فرزند میں بھی ظاہر ہوگا۔
 اگر حاملہ اچانک ہسپلکریز میں پرگر جاوے یا اسی طرح اور کوئی بیرونی صدمہ پہنچ
 جاوے تو ضرور بچے کے نازک اعضا پر اس چوٹ کا اثر قائم رہے گا۔ اگر کوئی
 ضرب یا غیر معمولی حرارت پہنچ جاوے تو بچے کی نازک آنکھیں پانی ہو کر
 بہ جائیں گی اور وہ کور مادر زاد پیدا ہوگا۔ اگر کوئی مضر غذا یا دوا حاملہ کے
 استعمال میں آجاوے تو اسقاط حمل ہو جاوے گا۔ پس یہ تمام اتفاقیہ اسباب ہیں
 جنکو سزا و جزا سمجھنا نہایت غلط فہمی ہے۔

ساتویں مسئلہ تنازع کو خود وید بھی نہایت شک و شبہ کے ساتھ بیان کرتا ہے یعنی
 مصنف وید نے بھی سزا و جزا کے معاوضے میں جہنم لینے کا حال کسی سے سن لیا
 ہے خود اسکو بھی ذاتی طور پر اسکا علم نہیں تھا مثلاً یجر وید باب ۱۹ منر ۴
 بھومکا مطبوئہ اجمیر صفحہ ۲۶۔ اس سنسار میں ہم دو پرکار کے جہنم سنتے ہیں (اس
 مضمون سے ثابت ہے کہ سنی سنائی باتوں پر مسئلہ تنازع کا دار و مدار ہے خود
 الیہ کو بھی اسکا ذاتی علم نہیں ہے) ایک آدمی کے جہنم کا حاصل کرنا دوسرا نیچے
 کے درجے کے حیوان پر ند کی طرح درخت وغیرہ بننا انھیں دونوں بھیدوں سے
 سب دنیا کی روچھیں اپنے اپنے پاپ اور پن کے پھل حاصل کر رہے ہیں۔

اس منتر سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ دید ہرگز الہامی کلام نہیں ہے الیشور کی ذات کم
 ضرور اس کم علمی بری ہونا چاہیے کہ وہ سنے سناے مسائل بغیر تحقیق اور ذاتی
 علم کے بیان کرے بے شبہ ضرور بیاس جی نے دید کو تصنیف کیا اور جو کچھ باتتائیں
 روایات اس مسئلہ تنازع کے متعلق سنا او سکو لکھ کر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ یہ سب
 سنی سنائی باتیں ہیں۔ پس اس مسئلہ تنازع کا تمام دار و مدار شکل و شبہ پر ہی
 اٹھوین۔ مسئلہ تنازع کے متعلق دیانند جی صاحب کی رائے دید سے بھی زیادہ استبہ
 انگیز ہے مثلاً ستیا رکھ پرکاش مترجم لالہ راہداشن صاحب صفحہ ۳۲۹۔ وہ لپٹے

روح ہوا خوراک۔ پانی۔ یا جسم کے سوراخ کے ذریعہ سے دوسرے کے جسم

میں پریشور کے پریرتانا حکم سے داخل ہوتا ہے۔ جو داخل ہو کر آہستہ آہستہ دیر

میں جا کر حمل میں قائم ہو کر جسم قبول کر کے باہر آتا ہے اگر عورت کے جسم میں

دھارن کرے کے لائق اعمال ہوں تو عورت۔ اور اگر مرد کے جسم قبول کرنے

کے لائق اعمال ہوں تو مرد کے جسم میں داخل ہوتا ہے۔ دیانند جی کی اس

فلاسفی پر نہایت حیرت ہوتی ہے اول تو روح کا آب و ہوا کے ساتھ جسم کے

سوراخوں میں داخل ہونا بالکل قانون قدرت کے خلاف اور نہایت نامہجی

کی بات ہے۔ **دوسرے** عورت اور مرد کی پیدائش کے فرق کو نتیجہ اعمال

سمجھنا کس قدر خلاف عقل ہے اگر مان لیا جاوے کہ ایک صدی تک سب مرد

عورت ایسے ہی اعمال کریں جس کا نتیجہ عورت کا جنم ہو تو ایک صدی کے اندر

مرد نابود ہو جاویں گے۔ اور جو برعکس اسکے ایسے اعمال ہوئے جسکے معاوضہ میں
 سب کو مردوں کا جہنم ملا تو بیچاری عورتیں دنیا سے غائب ہو جاویں گی اور نظام
 عالم درہم و برہم ہو جاوے گا پس نظام عالم کو سزا دینا بڑی غلط فہمی ہے۔
اقول صفحہ ۱۳۵ نوین خوبی رحم جو سب سے عمدہ صفت ہے وہ تمام مذاہب
 سے بڑھ کر باحسن الوجہ اسی مبارک دھرم میں موجود ہے مانس نہ کھانا۔ اور
 بے گناہ کسی جانور کو نہ ستانا۔

اقول پنڈت جی صاحب وید کی تعلیم سے خوب پکا ایشور کمال بے رحم
 اور ظالم ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ روح اور مادے کی نسبت وید کا یہ بیان ہے
 کہ اوس کو ایشور نے پیدا نہیں کیا اور نہ وہ مخلوق خدا ہے بلکہ مثل ذات خدا
 روح اور مادہ قدیم اور ازلی اور ابدی ہے پس جبکہ ایشور نے روح اور مادے کو
 پیدا ہی نہیں کیا اور درجہ مساوات کا ہے تو پھر ان پر حکومت کا کیا حق حاصل
 ہے اور حکومت بھی ایسی سخت کہ بیچاری روح کو ہمیشہ ایک نئی کال کوٹھری میں
 قید رکھتا ہے۔ یہ طرح ظلم ہے یا نہیں۔ **دوسرے** یہ میر جی بھی قابل توجہ
 ہے کہ ایشور نے انسان کو تو فطر تا گوشتخوار بنا یا ہے کیونکہ قانون قدرت کے
 مطابق انسان کی اصلی غذا گوشت ہے۔ جسکو معرہ بہت خوشی سے قبول
 کر کے کافی فائدہ حاصل کرتا ہے۔ اور روح کو بد اعمالی کی سزا میں زیادہ
 اونچیں حیوانوں کا جہنم دیا جن کا گوشت سب سے زیادہ پسند کیا اور کھایا جاتا ہے

ہر روز لاکھوں بکریاں ذبح ہو جاتی ہیں پھر بھی بکریوں کی پیدائش اس قدر زیادہ ہے
 کہ ہر مقام پر گلے کے گلے موجود پائے جاتے ہیں جس سے یہ ثابت ہے کہ ایشور
 زیادہ تر روحوں کو انسان کی پسندیدہ خوراک بناتا اور انسان کو عمارتوں کی
 حالت سے بنجر رکھ کر گوشخواری پر آمادہ کرتا ہے۔ پس یہ کیا دھرا ایشور کا
 ہے ایسی نادانستہ حالت میں انسان بالکل بے تصور اور اپنی اصلی غذا کھانے پر
 مجبور ہے۔ ویدی احکام اس قدر ظرافت عقل ہیں کہ جنکی تعمیل کی طرح ممکن ہی نہیں
 مثلاً حیوانات کے علاوہ نباتات کی نسبت بھی یہی حکم ہے کہ وہ سزا یافتہ ارواح
 ہیں اب بتائیے غریب آدمی کیا کھائے اور کیونکر جیسے ستیا رتھ پر کاشش

مصنفہ دیانند جی صاحب صفحہ ۱۲۳ جو شخص بذریعہ جسم کے دوسرے کی عورت کو

مباشرت نیک آدمیوں کی ہلاکت وغیرہ کا بد کام کرتا ہے اور اس کا جہنم درخت وغیرہ۔

(وغیرہ سے مقصود ہر قسم کی نباتات ہے) غیر متحرک قابلیوں میں ہوتا ہے۔

پنڈت جی صاحب انصاف شرط ہے ایسے خلاف عقل احکام کی تعمیل کیونکر ممکن ہے
 یہی سبب ہے کہ تمام تابعین وید کتھری، شور، ویش، اور ہیت سے یہ من وید کے
 حکم کو نہ مان کر علانیہ گوشت کھاتے ہیں۔

استعمال گوشت کے متعلق دیانند جی کی رائے

ستھیارتھ پرکاش مطبوعہ بنارس ۱۸۷۱ء صفحہ ۱۵۴ صبح شام گوشت کو ہون کرنا جائز ہے
 صفحہ ۱۲۹ گوشت کے پنڈے دینے میں کچھ پاپ نہیں ہے۔

صفحہ ۱۷۱ لکھنے کے واسطے جانداروں کا قتل کرنا جائز ہے۔

صفحہ ۲۰۲ اگر کوئی جی گوشت نہ کھا دے تو جانور وغیرہ جس قدر ہیں اس

ہزار چند ہو جاویں پھر انسانوں کو مارنے لگیں اور کھیتوں میں غلہ ہی نہوے

پاؤں پھر بے لسان مر جاویں۔ ویانند جی کی۔ اس آخری راے سے میں

بھی اتفاق کرتا ہوں کہ ضرور گوشت کھانا چاہیے تاکہ یہ خرابیاں دور رہیں۔

قولہ صفحہ ۱۳۵ دسویں خوبی۔ زور و ظلم سے دین پھیلانے کی ممانعت جہاد اور

فساد سے نفرت دلائل معقول اور محبت و پیار سے دھرم کی اشاعت کی اجازت

صرف اسی دھرم میں ہے۔ دیکھو نیم ۱۔

اقول۔ پنڈت جی صاحب آپ کا دید مقدس توجہ پکار کر زور و ظلم کے ساتھ

عام خونریزی اور فساد کی اجازت اور تاکید حکم دے رہا ہے۔ ذرا ملاحظہ فرمائیے۔

یجر وید اوشیا ۲۱ منتر ۵۔ اے انسانو تمہاری ابدہ یعنی توپ بندوق وغیرہ

تمہاری میری عنایت سے مضبوط اور فتح نصیب ہوں بدکردار دشمنوں کو شکست اور

تمہاری فتح ہو تم مضبوط طاقت ور اور کار نمایان کرنے والے ہو تم دشمنوں

کی فوج کو ہزیمت دے کر انہیں روگردان اور پسا کر تمہاری فوج جبار و

کار گزار نامی گرامی ہوتا کہ تمہاری عالمگیر حکومت روے زمین پر قائم ہو

اور تمہارا حریف ناہنجار شکست یاب ہو اور نیچا دیکھے۔ معزز ناظرین عالمگیر

حکومت کی پیشین گوئی ویدی الیٹور کی غلط بیانی کا بدیہی ثبوت ہے۔

یہ بکروید بھاش صفحہ ۵۵ دشمنوں کے ہاتھ کرنے کے واسطے مین آپور دھارن

کرتا ہوں۔ بکروید ادھیا ۵۵ منتر ۲۱ ایشور پھارمین رہنے والے تیر کی طرح

(ویدی ایشور کی عجیب شباہت ہے) گنہگاروں کو دھونڈھکرو دیتا ہے۔

پیارے ناظرین جس مذہب کا ایشور خود شیر کی طرح لوگوں کو ڈھونڈھکرتا ہے

قتل عام کی اجازت اور خونریزی کا تاکید حکم دے اوس ایشور سے زیادہ

فسادی اور اوس مذہب سے زیادہ زور و ظلم کا حامی دوسرا نہیں ہو سکتا۔

قولہ صفحہ ۱۳۶ گیارہویں خوبی مختلف علوم کے فضلا کا وید مقدس کی پیروی

سے باہر نہ ہونا اور تمام فلسفی مزاجوں کا سچے دل سے وید کا پیر و ہونا کتنی مقول

بات کا وید میں مذکور نہ ہونا مفصل دیکھو چھ ورش اور آپ وید اور چھ انگ

تمام رشی منی وید کے پیر و تھے مگر اور مذہب میں جتنے ڈاکٹر فلاسفر حکیم ہوتے

رہے ہیں وہ قرآن اور انجیل سے دست بردار ہوتے گئے بلکہ انجیل اور

قرآن کے پیروں نے حکیموں کے چمڑے اتارے انھیں شنگھ میں کھینچا اور

قتل کیا حکما کے قتل کا داغ وید کے دامن پر ہرگز نہیں ہے۔

اقول پندت جی صاحب وید کی نامعقولیت کو آپ کہاں تک چھپا سکتے

ہیں ذرا غور تو فرمائیے مسئلہ نیوگ کہاں تک معقول ہے مسئلہ تناخ مین

کو نسی خوبی ہے صبح و شام آتش پرستی کا حکم کس قدر نامعقول ہے۔ تابعین وید

سے ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو مختلف علوم کا فاضل ہو خود پندت دیانند جی

قابلیت نہایت محدود تھی جیسا کہ اون کی تصانیف سے ظاہر ہے ہاں سین شک نہیں
 کہ دین اسلام کو ایک خاص شرف روحانیت کا حاصل ہے جس کا بدیہی ثبوت یہ ہے
 کہ ہر مذہب و ملت کے ذہیل علم اور سجدہ ارشاد خاص جب انصاف اور تحقیق کی نظر سے
 قرآن کی صداقت آمیز اور روحانیت خیر تعلیم پر نظر کرتے ہیں تو سچائی کا اثر
 اون کے دل کشمکش پیدا کر دیتا ہے آخر کار کافی تحقیق اور چھان بین کے بعد
 وہ سچے مسلمان بن جاتے ہیں چنانچہ آئے دن کے تجربے اور مشاہدے سے
 ثابت ہے کہ لندن اور امریکہ میں جہاں بجز قرآن کے اور کوئی اسلامی مشنری نہیں
 ہے اسلام کی روز افزون ترقی ہو رہی ہے۔ مسٹر عبداللہ کوہلم ایسے ذہیل علم
 اور معزز اشخاص کا جو خاندان شاہی سے ہیں اسلام حاصل کرتا۔ اور امریکہ
 کے مسیحی مذہب والوں کا سچے دل سے مسلمان ہو جانا اسلام اور قرآن کی صداقت
 کا پورا ثبوت ہے۔ آقاے فخر الاسلام صاحب جو بجل طہران میں قیام فرما
 ہیں تیس سال پہلے عیسائی مذہب کے ایک بڑے زبردست عالم تھے دنیا
 کی تمام مشہور زبانوں سے واقف اور مختلف علوم پر حاوی اور ہر ایک مذہب
 کی اندرونی حالت سے باخبر ہونے کی وجہ سے مسیحی عالموں میں آپ کا خاص طور پر
 اعزاز کیا جاتا تھا۔ لیکن قرآن کی نورانی شاعری نے آپ کے دل پر وہی
 اثر کیا جیسا کہ الہامی کلام کا اہل بصیرت پر ہونا چاہیے تھا آخر کار آپ ہر تشلیث
 سے منہ موڑ کر سچے دل سے توحید الہی کے دین میں داخل ہو گئے سورہ سال تک

سرزمین عراق پر نجات اشراف میں مقیم رہ کر مکمل علوم کے بعد حضرت ملک ایران ہی
 میں نہیں بلکہ اپنی تصنیف و تالیف کے ذریعہ سے تمام بلاد اسلامیہ میں۔ اسلامی
 ترقی کا نشان بلند کیا ہے۔ آپ کی مقبول تصانیف۔ عربی فارسی۔ ترکی۔ فرانس
 عبرانی۔ سریانی وغیرہ زبانوں میں بکثرت شائع ہو رہی ہیں۔ اہل ہند کیلئے
 ملنے کا پتہ یہ ہے۔ بی بی پوسٹ آفس ۹ امام بارگاہ میرزا احسان حسین کتب فروش
 قوارخ سے ثابت ہے کہ تابعین وید نے محض شہوت پرستی کی بنا پر جسد کشت خون
 کیا اوس کا عمر عشر بھی اور توحید پھیلانے والے مذاہب میں توحید پھیلانے اورین الہی
 محفوظ رکھنے کے لیے بھی نہیں ہوا۔ جنگ تھانیس مہا بھارت اور لنکا وغیرہ کے
 قتل عام سے وید کا دامن خون آلود ہے۔

قولہ صفحہ نمبر ۳۶ برابر یوں خوبی۔ معجزات خرق عادات کرامات بھانتی کے تماشے
 کیمیاگری سنگ پارس جادو جن بھوت پری و شیطان وغیرہ کے بطلان کی
 تردید وید کے سوا کے کہیں نہیں ہے۔ موجودہ روشنی کے زمانہ میں ان تمام
 باتوں سے بھی مانوں کو نفرت ہو گیا بیل موت آن میں اسی دو از قیاس باتیں بھری ہوئی ہیں
اقول پنڈت جی صاحب جو شخص روحانی قوتوں میں کامل ہے اوس سے
 معجزات و کرامات کا ظاہر ہونا ممکن اور قانون قدرت کے مطابق ہے۔ لیکن
 بھانتی کے تماشے وغیرہ وغیرہ یہ تمام باتیں وید اور تابعین وید سے ظہور میں
 آتی ہیں۔ مثلاً ہولی کاسوانگ بھڑا۔ راہس اور رام لیلہ وغیرہ کا تماشہ کرنا۔

صبح شام کیلے وغیرہ کے کھب گاڑ کر آگنی کی خدمت میں لوگوں کا حاضر ہونا اور
 گا بجا کر گھی مٹھائی لڈو پیڑے سوہن بھوک وغیرہ چیزوں کا آگنی دیوتا پر چڑھانا
 بھاننتی کے تانے سے کم نہیں ہے۔ جن بھوت پری و شیطان وغیرہ کو تا بہین
 دیوتا سمجھ کر مان رہے ہیں اور ویدوں کے تمام منتر ایسے ہی دیوتاؤں کی تعریف
 میں اول سے آخر تک بھرے ہوئے ہیں مثلاً۔ اتھروں وید کا مڈ نمبر۔

پر پچاسک ۱۲۳ انوداک ملا بھومکا صفحہ ۱۲۳۔ اوس پر ماتما کا خزانہ قدرت تیس

دیوتاؤں سے محفوظ ہے پر ماتما کے خزانہ قدرت کو جس کی دیوتا حفاظت کرتے

ہیں کون جاسکتا ہے۔ پیارے ناظرین وید کی مشرکانہ تعلیم اور تا بہین وید کی

دیوتا پرستی قابل دید ہے۔ رع میں الزام اونکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا :

قولہ تیرھویں خوبی۔ انسانی زندگی کا چار حصوں پر تقسیم ہوتا اور سب سے اول

دھار مکھ تعلیم کا ہونا ویدک دھرم کی کیسی اعلیٰ فضیلت ہے۔ طالب علمی کا زمانہ

گرمہشت عیال داری کا زمانہ۔ بان پرست گوشہ نشینی کا زمانہ۔ سنیا س اپدیش

پرکار کا زمانہ۔ جس پر عمل کرنے سے انسان دین و دنیا کی بھلائی بخوبی حاصل

کر سکتا ہے۔ اور تو گامی ہونے کا ارشاد کیسا ہدایت بنیادہو اور مذہب میں

اسکا نام و نشان بھی نہیں ہے۔

اقول۔ پنڈت جی صاحب زندگی کا چار یا آٹھ حصوں پر تقسیم کرنا یہ بھی کوئی نئی

خوبی ہے۔ قانون قدرت کے مطابق انسانی زندگی کے تین حصے ہیں۔ طفلی

جوانی۔ پیری۔ عقل یہ ضرورت ہے کہ عمر ستار کو ہر وقت نیک کاموں میں بسر کرے۔
اچھے کاموں کو آخری حصہ عمر پہ نہ اٹھار کے اس لیے کہ اگر موت نے درمیان میں فنا کر دیا
تو گھر کے رہنے نہ گھاٹ کے۔ عقل کا مقولہ ہے۔ کارامروز ما بفر واکندار۔

قوله صفحہ ۳۶ چودھویں خوبی جب موت مدید کے گزر جانے کے سبب لوگوں نے
مخالفت مذہبی کے سبب وید مقدس کے دھرم پر حملہ کیا یا اعتراض کر کے لوگوں کو
تشکی کرنا چاہا آریہ لوگوں نے دندان شکن جواب دیے جو ہمیشہ تک یادگار رہیں گے
سب سے اول مخالفت بدھ یا جینی ہوئے جن کی تردید گڑیا و اچار یہ کے ششش شکر
سوامی جی نے اس حد تک کی اور اس خوبی سے ہل من مبارز کی ندائی کہ مخالفوں کو چوڑی
بھلا دی اب تک بھی وہ کتابیں بودھ مت کی تردید میں برق طپان کا حکم رکھتی ہیں۔
پھر اب تھوڑے عرصہ سے مسلمان و عیسائیوں نے کتابیں لکھنا شروع کیں جس کے جواب
ہماری طرف سے مل دیے گئے گو یا کہ ان کے منہ پر مہر سکوت لگ گئی اور کبھی میدان
مباحثہ میں قائم نہ رہ سکے۔

اقول۔ پنڈت جی صاحب آپ کو اپنے پر معایب مذہب کی خوبیان ظاہر کرنے کی طمع
نے یہاں تک گھیرا کہ آپ مناظرہ کو بھی مذہبی خوبیوں میں شمار کرنے لگے
برین عقل و دانش بیاہر گریست : سوار میدان مباحثہ سے بھاگ کر پھر بھی اپنے منہ
شیخی بگھارنا آپ ہی کا حصہ ہے رع جو طرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے :

قوله صفحہ ۳۷ پندرہویں خوبی۔ اگرچہ کئی دفعہ صدات پہونچے اور مخالفوں نے ادھر م کے

پھسلانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تو بھی آریہ قوم وقتاً فوقتاً جاگتی منبھلتی رہی۔ جینی پاریسی۔
 یہودی۔ بابلیون۔ قبطیوں کی طرح بالکل مردہ نہیں ہو گئی دھرم سے تپت شدہ لوگوں کو
 جب بس چلا شدہ کر کے واپس لیتی رہی لاکھوں بودھوں کی شدھی تنکرا چاریہ نے کی
 اور سلطان اور عیسائیوں کی شدھی کے کام کو دنیا کے عارفوں کے سہراج سری سوامی
 دیانند جی مہاراج نے شاسترانوسار اب رواج دیا جو روز بروز آریہ سماج کی مبارک ششون سے
 ترقی پا رہا ہے مذاہب باطلہ کی طرف لوگوں کا رجھان بہت کم ہو گیا ہے اور ایشور
 کریگا کہ بالکل نہیں رہے گا پس اس روشنی کے زمانہ میں آریہ قوم کا جاگنا اور جہالت سے
 بھاگنا صرف صداقت وید کی برکت ہے۔

اقول پنڈت جی صاحب اس نمبر میں بھی آپ نے گذشتہ نمبر کی طرح مناظرہ کو مذہبی
 خوبیوں میں شمار کیا ہے۔ آپ کو دیانند جی کی تقلید نے اون کی مدح سرائی پر مجبور کیا
 ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ گرو جی نے آپ کو بالکل شدہ نہیں بنایا اس سے پہلے ہی
 بہتر تھے آبا و اجداد کا مذہب چھوڑ کر آتش پرستی کو اختیار کرنا۔ زردشتی رسومات کو رواج
 دینا۔ نیوگ کے شرمناک مسئلہ کو اپنا دستور العمل بنانا۔ حقیقت غفلت کی نیند سونا۔ اور
 جہالت میں پھنسنا ہے۔ اسکو جاگنا اور بھاگنا سمجھ کر اپنے منہ شیخی بگوارنا نہایت ناچھی ہے
 بجز نیوگی لذت کے اور کسی قسم کی برکت وید میں نہیں ہے عارف و خوشین گم است کرار ہری کند
قولہ صفحہ ۱۳ سو پھوین خوبی۔ مباحثہ مذہبی کے واسطے عام اجازت صلا و عام کا دینا
 اور علم و عقل اور سچائی کے خلاف کسی کی بات نہ اٹھانا تمام فضلا و علما کی عزت کرنا اور انکی

تعلیم سے آگاہی کرنا اور محبت و پیار سے مست و محرم کا پھیلانا اور معقول دلائل سے لوگوں کو
 راہ راست پر لانا اور گناہوں سے دلی نفرت اور شکام کرنے کی طرف توجہ دلانا اور چتر
 کے عالمگیر اور لاتغیر قانون کو پیش کر کے الہی انصاف کا قائل کرانا اسی مقدس و محرم
 کی خوبی ہے جو کسی نوی مت جدید مذہب کے نصیب نہیں بنا برآں صداقت و مہر
 و حقیقت نوید جاوید ہے۔

اقول پنڈت جی صاحب۔ اس نمبر میں بھی آپ نے گزشتہ دو نمبروں کی طرح مناظرہ
 اور مباحثہ کو مذہبی خوبی قرار دیا ہے آپ کی بالکل یہ مثال ہے کہ ایک شخص میدان
 جنگ سے بھاگ کر جان بچا لے گیا اور جب اس نے پیچھے لوٹ کر یہ دیکھا کہ اس کا حریف
 تعاقب کرنا مروجی کے خلاف سمجھ کر اپنی جگہ پر قائم ہے تو دور ہی سے حریف کی طرف
 منہ کر کے پھر خم ٹھوکا۔ اور جب حریف اس کو آواز نہ دے سمجھ کر پھر آگے بڑھا۔ تو پہلے سے
 بھی دور بھاگ کر پھر حریف کی طرف مدد کر کے ہل میں مبارز کی نبرد لاندہ صدامت کی
 اور جب پھر حریف بھپٹا تو بہت دور بھاگ کر دم لیا۔ لیکن اپنی شیخی نہ چھوڑی۔

اسی طرح آپ نے برابر میں نمبروں تک مناظرہ اور مباحثہ کی گیدڑ بھپکی دکھائی ہے
 کیا شیر مردان میدان علم و فضل آپ کی اس نبرد لاندہ گرج سے ڈر جائینگے۔ ہرگز نہیں۔
 کیا آپ کو یاد نہیں کہ دیانتداری نے ہر معرکہ میں علماء اسلام کے زبردست ہاتھوں سے ہمیشہ نیچا
 دکھایا اور دلی خفت اٹھائی ہے۔ آخر اس شیخی بگھارنے سے کیا حاصل ہے رع چراکارے کند
 عاقل کہ باز آید پشیمانی۔

باب دوم

فصل اول۔ اون اعتراضات کا جواب جو پیغمبر اسلام کی طرف منسوب کیے گئے ہیں
قولہ صفحہ ۷۷ حجۃ الاسلام مطبوعہ جالندھر۔ محمد صاحب نے قرآن کا حکم نہ مانا۔ قرآن
 میں لکھا ہے کہ بغیر زنا کے عورت کو طلاق مت دو۔ مگر محمد صاحب نے اس کے خلاف
 عمل کیا مسماۃ سودہ کو اس جرم پر وہ بوڑھی ہو گئی تھی بغیر زنا کے طلاق دے دیا
 چنانچہ سورہ طلاق کا تخریج جو من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یتین فاحشۃ (فاحشہ)
 مبینہ ترجمہ مت نکالو عورتوں کو گھروں سے اور چاہیے کہ وہ بھی نہ نکل جاویں۔
 مگر جبکہ ظاہر بے حیائی عمل میں لاویں۔ ارباب سیر برآئند کہ حضرت پیغمبر سودہ
 بنت زمعہ را طلاق دادا و بر سر راہ حضرت بنشت تا وقتیکہ سید عالم بر سر سودہ
 نریان تضرع گفت یا رسول اللہ رحمت بنمائی بن بخدا سو گند کہ دوستی مرد در دل هیچ
 نماندہ لیکن میخواستہم کہ فرداے قیامت در زمرہ زنان تو محشور شویم و زوہیت خود را ببالش
 می بخشم حضرت بوی مراجعت فرمود تفسیر حسینی جلد ۱۔ سورہ نسا۔

اقول پنڈت جی صاحب۔ ہٹ دھرمی اور مغالطہ دہی آپ کا حصہ ہے۔ آخر میں کیون
 نہ دیا تندی ایسے گرو کے آپ چلے ہیں۔ اس آیت میں چار طرح کی مغالطہ دہی
 سے آپ نے کام لیا ہے۔ اولاً یہ کہ آیت کا ابتدائی حصہ چھوڑ کر آخری جملہ لکھا
 اور وہ بھی غلط لکھا ہے۔ یہ صریح جالاکہ ہے۔ دوسرا یہ کہ آیت اٹھائیسویں پارہ
 میں ہے اور یہ نامعتبر روایت جو تھے پارہ سے نقل کر کے آپ نے جوڑ لگانا چاہا ہے۔

انصاف فرمائیے اگر اس روایت کو آیت کی شان نزول سے کچھ تعلق ہوتا تو انھیں سوین بارہ
 مین آیت کی تفسیر میں اس روایت کو ہونا چاہیے تھا اس طرح پر کھینچ کر جوڑ لکھا تا صریح
 مغالطہ دہی ہے۔ تیسرے کے یہ پیش کردہ آیت میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس کے معنی
 زنا اور طلاق کے ہوں اور نہ یہ آیت احکام زنا اور طلاق کے متعلق ہے صرف عدۃ جمعی
 کا بیان ہے۔ لیکن آپ نے گھر سے نکل جانے کو طلاق اور بیچائی کو زنا کے معنوں پر ڈالنا
 چاہا ہے۔ جو صریح ہٹ دھرمی اور چالاکی ہے چوتھے یہ کہ قرآن کا یہ حکم بہت صاف اور
 مشہور ہے جس کو ایک جاہل بھی جانتا ہے کہ زنا کی سزا تازیانہ زنی ہے مَثَلُ الْزَّانِيَةِ

وَالزَّانِي فَاجْلِدْهُ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةٍ كَامِلَةٍ اور زانیہ ہر ایک کو سو کوڑے
 لگائے جاویں۔ لیکن آپ نے دیانند جی کی طرح مغالطہ دہی سے کام لیکر اپنی ذاتی رائے
 سے لکھ دیا کہ قرآن کا یہ حکم ہے (بغیر زنا کے عورت کو طلاق مت دو) یعنی آپ کے
 نزدیک زنا کی سزا کیا ہے۔ طلاق کا دینا۔ ع برین عقل و دانش بیاہر گریست کیا آپ
 قرآن میں کہیں یہ حکم دکھا سکتے ہیں (کہ بغیر زنا کے عورت کو طلاق مت دو) ہرگز نہیں
 اس جھوٹ اور مغالطہ دہی پر فخر کرنا کس قدر بے شرمی ہے۔ یہ آیت احکام عدۃ کے متعلق

اس طرح ہے سُورَةُ طَلَقٍ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ

وَإِخْصُوا لِهِنَّ الْعِدَّةَ وَالْقَوْلُ لَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ

يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ترجمہ اے نبی جب کہ طلاق دو تم لوگ عورتوں کو پس چھوڑ دو انکو
 ایام عدۃ تک اور شمار رکھو ایام عدۃ کا اور ڈرتے رہو اپنے اپنے پالنے والے خدائے اور

نہ نکالو ان عورتوں کو اپنے گھروں سے اور چاہیے کہ نہ نکلیں وہ خود بھی (ایام عدۃ مک)
لیکن جب کہ وہ کسی کھلی ہوئی بیچائی کو اختیار کریں معنی گھروں سے نکل جا دیں تو شوہر
بری الذمہ ہے۔ اس حکم سے زن و شوہر کو بعد از طلاق بھی ایام عدۃ تک مصاحبت
کر لینے کا موقع دیا گیا ہے۔ ان ایام میں اگر عورت نیک نہاد ہے تو ضرور اپنے شوہر کو
راضی کر کے وجہ مخالفت کو برطرف کر دے گی اور شد مفارقت کے بعد اس مصاحبت کی قدر ہمیشہ قائم
رہیگی ع بڑا مزا اس ملاپ میں ہے جو صلح ہو جائے جنگ ہو کر ورنہ دونوں کو باہمی
نا اتفاقی اور دل آزار پابندی سے آزادی حاصل ہو جاوے گی۔

حضرت محمد صاحب سے پہلے عرب میں یہ دستور تھا کہ جس عورت سے دل چاہا نکاح کر لیا اور جب
چاہا طلاق دیکر گھر سے نکال باہر کیا۔ حضرت نے اپنے زمانے میں اس رسم کی بہت
اصلاح کی اول تو طلاق دینا ہی فعل مکروہ قرار دیا گیا اور اگر باہمی نا اتفاقی سے کسی شخص نے
اپنی عورت کو چھوڑ بھی دیا تو ایام عدۃ میں اس کو پھر مصاحبت اور میل کر لینے کا حق حاصل ہے
کیونکہ تین مہینے تک شوہر زن مطلقہ کو خود گھر سے نکال نہیں سکتا اور ایام عدۃ کا نان و
نفقہ اس پر واجب ہے اس مہلت کا زیادہ تر یہی فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ نا اتفاقی
کے وجوہات کی اصلاح ہو کر دوامی مصاحبت قائم ہو جاتی ہے۔ اس پاکیزہ تعلیم سے
عرب ایسے جاہل اور وحشی ملک میں طلاق کا رواج بہت کم ہو گیا۔

(سودہ خاتون کا واقعہ نکاح شرمہی پرکاش جی ہندو مورخ کی تاریخ سے حرف بحرف منقول ہے)
انہیں ایام میں ایک اور مشکل پیش آئی مکہ کی ایک عورت سودہ بنت زمعہ نے حضرت کی

تعلیم سے اٹکا دین اختیار کر لیا تھا اور سنے اپنی نیک نیتی اور حسن عقیدت کے اثر سے
 اپنے شوہر کو بھی اپنا ہم عقیدہ کر لیا۔ اور جب ان دونوں میان بیوی پر کفار مکہ کی جانب
 سے سخت ظلم و تشدد ہونے لگا جو اُس وقت ہر مسلمان کے حصہ بن آنا ایک یقینی امر تھا
 تو ان بیچاروں کو بھی بحر جلا وطن ہو جانے کے اور کوئی صورت اس کی نظر نہیں آئی لہذا
 اٹھ کر نام لیکر یہ بڑھیا اور اسکا شوہر گھربار چھوڑ وطن سے چلے دیے اور ملک حبش میں
 اپنے مسافر ہم وطنوں سے جا ملے۔ یہاں کچھ عرصہ کے بعد اُس بڑھیا کا شوہر بھی مر گیا
 اور وہ پردیس میں نہایت مصیبت اور لاوارثی کی حالت میں رہ گئی کوئی غذا کا بندہ اوپر
 رحم کھا کر اُسے وطن سے آیا اور یہاں آکر اُسے حضرت سے درخواست کی کہ وہ اُسے
 اپنے نکاح میں لے لیں۔ محمد صاحب اس سے پہلے عائشہؓ کی نسبت منظور کر چکے تھے مگر
 سودہ نے اس درخواست پر اس قدر اصرار کیا کہ انکار کرنا مشکل ہو گیا۔ اول تو اس نیک
 بی بی اور اُسکے شوہر کے حقوق اس قدر تھے کہ کا خیال ضروری تھا دوسرے حضرت
 ابراہیمؑ موسیٰؑ اور دوسرے نبیوں کی نظیر ایسی تھی جس سے انکار نہیں ہو سکتا تھا
 تیسرے سودہ نے نہایت صاف الفاظ میں کہا میری عمر شادی کی نہیں نہ مجھے شادی
 کی کسی بات کی آرزو لیکن یہ دلی تمنا ہے کہ آپ کے حرم میں داخل ہو نیکی عزت حاصل
 کروں۔ آخر بہت سی قیل و قال کے بعد سودہ آپ کی زوجیت میں آ گئیں۔

اس ہندو مورخ نے کتاب بھرمین کہیں سودہ خاتون کی طلاق کا مطلقاً ذکر نہیں
 کیا اور یہ روایت علما سے اسلام کے نزدیک نامعتبر ہے اس لئے کہ محمد صاحبؐ امور

سے طلاق کو نہایت مکروہ سمجھتے تھے۔ اور بغرض محال اگر باختلاف روایات مان بھی لیا جاوے کہ سودہ کو طلاق دیا گیا تو اس میں یہ مصلحت ہو گی کہ اس طریق عمل سے جہلاء عرب کے ذہن نشین یہ بات ہو جاوے کہ بعد از طلاق پھر عورت کی خواہش مصلحت پر ضرور میل کر لینا چاہیے پس یہ ایک عملی طریقہ تعلیم ہو گا۔ اور پیش کردہ عبارت سے کہ راویہ (راہ حضرت نبوت) یہ معلوم ہوتا ہے کہ سودہ خاتون اس انتظار میں کہ حضرت باہر سے گھر میں تشریف لاوین سر راہ ڈیورھی میں یا قریب ڈیورھی کے صحن خانہ میں بحالت انتظار بیٹھی رہیں اور جب حضرت آئے تو عرض حال کیا لیکن یہ کسی طرح ثابت نہیں کہ گھر سے باہر نکل گئیں یا نکالی گئیں ۵ چشم بداندیش کہ برکنہ باد عیب نماید ہنرش در نظر ۶ **قول** صفحہ ۷ جھوٹ کا ثبوت برخلاف تمام گزشتہ بیون کے اور تہوریت اور زبور وغیرہ کتابوں کے جھوٹا دعویٰ کیا کہ میں خدا کا نبی ہوں۔

اقول بذات جی صاحب تعصب کی عینک دور کر کے تواریخ کو دیکھیے معلوم ہو جاوے گا کہ عہدہ نبوت پر مامور ہونے سے پہلے محمد صاحب کی صداقت اور امانت ضرب المثل تھی اہل عرب آن حضرت کو صادق اور امین کہا کرتے تھے آپ کا ہر ایک حکم اور فیصلہ صداقت کی وجہ سے نہایت قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا جاتا اور قبیلوں کی نزاعی حالت کو رفع کر دیتا تھا حضرت سے پہلے جقدر نبی گذرے ہیں سب نے آپ کو ظہور کی بشارت دیکر تصدیق رسالت کی ہے۔ ملاحظہ ہو یوحنا کی انجیل آیت ۱۹ لغایت ۲۷

مگر یہ جو فریسیوں کی طرف سے بھیجے گئے تھے ادھون نے اوس سے سوال کیا اور کہا کہ

اگر تو نہ مسیح ہے اور نہ الیاس اور نہ وہ نبی (یہ اشارہ محمد صاحب کی طرف ہے) پس کیوں
 بتیسرہ دیتا ہے یوحنا نے جواب میں اونھیں کہا کہ میں پانی سے بتیسرہ دیتا ہوں پر تمہارے
 درمیان ایک کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے۔ یہ وہی ہے جو تمہارے پیچھے آنے والا ہے
 (یعنی بزمانہ آخر) اور مجھ سے مقدم تھا (یعنی عالم انوار میں) جسکی جوتیوں کا تسمہ میں
 کھیلنے کے لائق نہیں ہوں۔ معزز ناظرین۔ انجیل کی عبارت قابل توجہ ہے یہ
 دریافت کرنے والے اشخاص نے مسیح اور الیاس کے نام و نشان سے واقفیت ظاہر
 کی اور بشارت یافتہ نبی کی نسبت ذاتی واقفیت ہونے کی وجہ سے یہ دریافت کیا کہ وہ نبی
 (یعنی بشر انبیا...) اور یوحنا نے جواب میں کہا کہ جسے تم نہیں جانتے یہ وہی ہے جو
 میرے پیچھے آنے والا ہے اور مجھ سے مقدم تھا۔ ظاہر ہے کہ مسیح اور الیاس کو وہ
 لوگ پہچانتے تھے۔ ان دونوں کے بعد جو نبی آنے والا تھا اور جس کے ظہور کی وہ
 خبر جوئی کرتے تھے وہ بجز محمد صاحب کے دوسرا نہیں ہو سکتا اس لیے کہ آنحضرت
 کے ظہور اور نبوت کی بشارت تمام انبیاء و پیغمبر آئے تھے اور ہر زمانہ میں آپ کی
 ظہور کی خبر جوئی کی جاتی تھی لہذا پیچھے آنے والے سے بجز محمد صاحب کے اور کوئی
 مقصود نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آپ خاتم الانبیاء ہیں اور سب نبیوں کے پیچھے مبعوث
 بہ سالت ہوئے۔ انبیوں میں نبی ایسے کہ ختم الانبیاء ٹھہرے نہ سینوں میں ایسے کہ مجھوٹا
 ٹھہرے نہ حضرت عیسیٰ جو یوحنا کے ہم عصر تھے وہ کسی طرح پیچھے آنے والوں میں شمار
 نہیں ہو سکتے۔ اور مقدم ہونے کا اشارہ بھی محمد صاحب کی طرف ہی۔ اس لیے کہ سب

بنیون سے پہلے حضرت کا نور پیدا ہوا ہے حدیث میں ہے أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي
ترجمہ سے پہلے جسکو خدا نے پیدا کیا وہ میرا نور تھا۔ حضرت عیسیٰ جو پیدائش میں یوحنا
سے موخر ہیں وہ کسی طرح مقدم نہیں ہو سکتے۔ آنحضرت کی رسالت پر توریت کی شہادت
ملاحظہ ہو توریت استناب باب ۱۵ آیت ۱۹ لغایت ۱۹ اور خداوند نے مجھے کہا کہ

اور میں نے جو کچھ کہا سوا چھا کہا میں اون کے لیے اون کے بھائیوں میں سے تجھسا
(یعنی بنی اسمعیل سے مثل و مشابہ تیرے اے موسیٰ) ایک بنی پیدا کر ونگا اور اپنا کلام اُسکی
منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اوس سے فرماؤنگا وہ اون سے کہے گا جو نہ سنے گا
تو میں اوسکی حساب اوس سے لون گا۔ معزز ناظرین ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کو بھائی
بنی اسمعیل ہیں اور ایک کی تخصیص شاہد کامل ہے کہ بنی اسمعیل میں صرف ایک ہی
بنی پیدا ہوا جو محمد صاحب ہیں۔ اور مثل و نظیر موسیٰ ہونیکی پہچان بہت روشن دلیل
ہے اس لیے کہ محمد صاحب کے تمام واقعات موسیٰ سے نہایت مشابہ ہیں۔

حضرت محمد صاحب اور جناب موسیٰ کی مماثلت اور مواسات

موسیٰ پر شریعت یعنی توریت کا نزول ہوا حضرت پر شریعت کاملہ ناسخ شریعت سابقہ یعنی قرآن کا نزول ہوا
موسیٰ بعد چالیس سال کو منصب رسالت پر فائز ہوئے حضرت بھی بعد چالیس سال کو نبوت پر رسالت ہوئے
موسیٰ کو عصا عنایت ہوئی حضرت کو زوال فقر عطا ہوئی۔

موسیٰ کو یربضیا مرحمت ہوا۔ حضرت کو ید اللہ عطا ہوا۔

موسیٰ کی امت کو فضلتکم کا خطاب ملا حضرت کی امت کو خیر امتیہ کا لقب حاصل ہوا

بعض بیانیوں سے توریت کی اس بشارت (مجسما) کو حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب کیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ کے والدین جو بنی اسرائیل میں تھے وہ کہہ رہے ہیں کہ یہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے

موسیٰ نے راہ خدا میں جہاد کیا حضرت نے دین خدا کی حفاظت کیلئے جہاد کیا۔

موسیٰ ختنہ وغیرہ میں سنت ابراہیمی کے عامل تھے حضرت نے سنت ہاسے ابراہیمی کو رواج دیا

موسیٰ کو عہد میں قمری ماہ و سال کا حساب تھا حضرت نے بھی قمری ماہ سال کا حساب جاری کیا۔

موسیٰ کی امت پر پانچ نمازیں واجب تھیں حضرت کی امت پر پانچ نمازیں واجب ہیں

موسیٰ نے اپنی بھائی ہارون کو وصی مقرر کیا حضرت نے اپنی بھائی کو وصی مقرر کیا کہ فرمایا اعلیٰ امتی بنو ذلک

توریت کی یہ بشارت کہ اپنا کلام اوس کے منہ میں ڈالوں گا محمد صاحب پر صادق سے

قرآن شاہد ہے وَمَا يَنْطِقُ هُنَّ اَنْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحٰی ترجمہ نہیں کلام کرتا اپنی

خواہش سے لیکن وہی جو کہ بذریعہ وحی کے تعلیم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح آخری آسمانی

کتاب کی شہادت ملاحظہ ہو۔ قرآن ہے سورہ صافات وَاِذْ قَالَ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ

يَا بَنِي اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَلِیْكُمْ مَّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْ مِنْ التَّوْرَةِ وَرَبِّیْ

رَسُوْلٍ یَّا تِیْ مِنْ بَعْدِ اِسْمٰہٗ اَحْمَدَ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝

ترجمہ اور جب کہ کہا عیسیٰ ابن مریم نے اے بنی اسرائیل تحقیق کہ میں تم پر خاتون

رے احکام الہی کا پہنچانے والا ہوں۔ طرف تمہارے اور تصدیق کرنے والا ہوں

احکام تورات کی اور بشارت دینے والا ہوں اوس رسول کی جو میرے پیچھے آئے والے

رہی بشارت لفظ بہ لفظ انجیل میں یوحنا نے بیان کی ہے جو اوپر منقول ہو چکی ہے کہ

نام اور کا احمد ہے پس جبکہ آیا وہ رسول سا تھ روشن دلیلوں کے تو کہنے لگے یہ سحر ہے

اسی طرح تمام آسمانی کتابوں اور انبیاء اور مرسلین کے اقوال اور تواتر اور عمل

عقل کی قابل و فوق شہادتوں سے محمد صاحب کے دعوائی نبوت کی صداقت بہت خوبی سے ثابت ہے ع خود را چہ کنسم کو ز خود برنج درست :

قولہ صفحہ ۱۹ محمد صاحب نے اپنے بیٹے کی بیوی سے بلا نکاح صحبت کی۔ مسماۃ زینب زوجہ زید پسر تہنی خود سے آن حضرت نے بلا نکاح صحبت کی اور جھوٹ بولا کہ خدا نے آسمان پر میرا نکاح پڑھا ہے اور جبریل گواہ ہے ہدی کا قصہ ہی نہیں کیا بلکہ کر بھی لی۔

اقول پنڈت جی صاحب تعصب اور جہالت کی پٹی آنکھوں سے کھول کر تفاسیر و توارخ کو دیکھئے ظاہر ہو گا کہ زید ابن ثابت آنحضرت کے آزاد کردہ غلام کا نام ہے جیسا کہ شروہ پرکاش جی ہندو مورخ نے حضرت کی سوانح عمری میں لکھا ہے جسکی حرف بحرف یہ عبارت نقل کر کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

اسکے چند روز بعد محمد صاحب نے ہمدردی بنی نوع انسان کا ایک پورا پورا نمونہ نہ صرف اپنے اہل وطن بلکہ کل دنیا کو کر دکھایا وہ یہ تھا زید ابن ثابت کسی لڑائی میں پکڑا گیا اوسکو دشمنوں نے اوسکو خدیجہ کے بھتیجے کے ہاتھ فروخت کر دیا بھتیجے نے یہ غلام انبی پھوپھی کے نذر کر دیا محمد صاحب نے زید کی حالت پر رحم کھا کر اوسکو خدیجہ سے مانگ لیا اور آزاد کر دیا زید کے باپ کو اس بات کی کچھ خبر نہ تھی تھوڑے دنوں کے بعد وہ کچھ روپیہ لیکر اسکے رہا کرانے کے لیے آیا محمد صاحب نے کہا یہ آزاد ہے اسکی مرضی چاہے یہاں رہے چاہے آپ کے ساتھ چلا جاوے مگر زید نے باپ کے ساتھ

جانا منظور نہیں کیا بلکہ محمد صاحب کے پاس ہی رہنا پسند کیا اور محمد صاحب نے اپنی بیوی
 بہن سے جو نہایت خوبصورت اور اعلیٰ خاندان عرب سے تھی نکاح کروادیا۔ یہ زید کی صلیت ہی
 دو سر ہر تاریخ دان شخص جانتا ہے کہ محمد صاحب خود صاحب اولاد تھے آپ کو بہتی
 بنائیں کی کیا ضرورت تھی۔ اور اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ آنحضرت نے اپنے اخلاق کیرجہ
 سے کبھی زید کو فرزند کہا ہو جسکی وجہ سے لوگ زید کو آنحضرت کا پسر خواندہ یا بتنی سمجھو
 لگے ہوں تو اس لحاظ سے بھی پسر خواندہ یا بتنی کو پسر صلی کے حقوق ہرگز حاصل نہیں
 ہو سکتے۔ اور وہ احکام شریعت جو پسر صلی سے متعلق ہیں ان کا عمل درآمد کی طرح
 پسر خواندہ یا بتنی کے ساتھ نہیں ہو سکتا صورت واقعہ یہ ہے کہ عربین جہان اور رسومات باطلہ و ناجائز
 تھیں وہاں ایک بڑا رواج یہ بھی تھا کہ غلام کو خواہ وہ کیسا ہی شریف النسل ہو۔ اور
 اتفاقات زمانہ سے دوسری قوموں کی غلامی میں آگیا ہو لیکن نہایت حقیر و ذلیل
 سمجھتے تھے اسی طرح پسر خواندہ یا بتنی کو پسر صلی کے حقوق عطا کرتے اور اوسکی مان
 بہن جو رو وغیرہ سے نکاح ناجائز سمجھتے تھے محمد صاحب کا مصلح قوم ہونے کی وجہ سے
 فرض منصبی تھا کہ رسومات باطلہ کو مٹائیں یا اوس کی اصلاح کریں۔ اسیلئے حضرت نے
 ان رسومات قبیلہ کو اس طرح مٹایا کہ پہلے زید اپنے آزاد کردہ غلام کا نکاح عرب کے
 مشہور اور ممتاز قبیلہ قریش میں اپنی پو پھی زاوہ بن نبیک کے ساتھ کر دیا۔ اوس روز
 سے عام طور پر یہ رواج ہو گیا کہ آزاد کردہ غلام اور لونڈیوں کا نکاح شریف خاندانوں
 میں ہونے لگا۔ اور خود بینی اور آزادی و غلامی کا فرق در بیان سے اٹھ گیا۔

دوسری نامناسب رسم کو اس طرح مٹایا کہ جب ایک عرصہ دراز کے بعد زینب اور زید میں
 ان بن ہو گئی اور نوبت طلاق تک پہنچی تو باوجودیکہ اس وقت زینب کی عمر انتالیس سال
 سال کی تھی چہرہ پر ضعیفی کی جھریاں نمودار ہو چکی تھیں اور حضرت کی عمر اٹھاون سال کی
 تھی کوئی وقت شادی کا نہ تھا۔ لیکن محض رسومات باطلہ مٹانے کے واسطے آپ نے
 زید (جسکو لوگ آنحضرت کا پسر خواندہ یا بٹنی سمجھتے تھے) کی بیوی زینب سے نکاح کر لیا
 اور اس طریق عمل سے یہ مذہب رسم بھی عرب سے معدوم ہو گئی یعنی پسر صلبی کے ساتھ
 جو احکام شریعت وابستہ ہیں ان کا عمل در آمد پسر خواندہ یا بٹنی کے ساتھ پھر نہیں کیا گیا
 نکاح کا اصلی جزو ایجاب و قبول ہے یعنی طرفین کا راضی ہونا بہت ضروری ہے ظاہر ہے
 کہ زینب آپ کے خاندان کی لڑکی اور اس قدر فرمانبردار تھیں کہ صرف حضرت ہی کے کہنے
 سے دستور ملک کے خلاف ایک غلام کے ساتھ نکاح کرنا منظور کر لیا تھا۔ اب طلاق
 کے بعد زینب نے دلی خواہش کے ساتھ اپنی عزت افزائی سمجھ کر حضرت کی زوجیت
 میں داخل ہونا پسند کیا پس اس نکاح کے صحیح ہونے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے
 امام رضا علیہ السلام نے مامون رشید کے درباری مناظرہ میں اس نکاح سے رسومات
 باطلہ کے مٹ جانے کا حال بیان کر کے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ پروردگار عالم خود تین
 نکاحوں کا متکفل اور مہتمم بالذات ہوا ہے۔ اول تو نکاح آدم با حوا جس سے
 اشرف المخلوقات کا ظہور اور دنیا میں خدا پرستی کا رواج ہوا دوسرے محمد صاحب کا
 نکاح زینب کے ساتھ جس سے بندگان خدا کی بہت سی خرابیوں کی اصلاح ہو کر

رسومات باطلہ کا سٹ جانا و توقع میں آیا تیسرے علی مرتضیٰ کا نکاح فاطمہ زہرا کے ساتھ
جنکی نسل سے دین خدا تا قیامت محفوظ اور قائم رہے گا۔

قول صفحہ ۹۰ محمد صاحب نے مسلمانوں کو خدا کی عبادت سے روکا طبقہ اول کی مسلمان
زیادہ عبادت کرنا چاہتے تھے محمد صاحب نے اون کو منع کیا ایسا نہ کہ اول کے زیادہ عبادت
کرنے کے سبب لوگ اون کی طرف جھک جاویں چنانچہ تفسیر حسینی میں لکھا ہے۔

در اکثر تفاسیر ذکر کردہ اندکہ روزے حضرت رسالت پناہ پر اسے صحابہ وصفت قیامت میگرد
وازا حوال ششم آن روز باری نمودن چندان صاحب کہ صدیق و مرتضیٰ و ابن مسعود و مقداد
و ابوذر و سلمان اذ ایشان بودند و خانہ عثمان بن مظعون مجتمع شدند و ہر ان اتفاق
کردند کہ تقیۃ العمر روزہ صیام و شب بقیام گذرانند و بر فرش خواب نہ کنند و گوشت و چربی
نہ خورند و گردن نان نہ گردند و ترک دنیا کردہ کلیم پوشیدہ گرد عالم برآیند و برین اتفاق
سو گند یاد کردند این خبر بحضرت رسالت پناہ رسیدہ بالیشان گفت کہ میں ہامور نیستم
آنچہ شما فکر کردہ اید بپرستی کہ نفس شمارا بر شما حتی است پس روزہ دارید و افطار کنید و
در شب قیام نائید و بچسپید کہ من پیغمبرم و خواب میکنم و روزہ می دارم و افطار می نمایم
و گوشت و چربی و خورم و بزنان می آیم و این آیت نازل شد یا ایھا الذین امنوا سورہ بقرہ
اول پنڈت جی صاحب خود آپ ہی کی پیش کردہ عبارت سے ظاہر ہے کہ محمد صاحب نے
مسلمانوں کو عبادت سے منع نہیں کیا بلکہ رہبانیت پھیل جانے کے لحاظ سے ہونے
غلط خیال کی اصلاح کردی حضرت کا یہ فرمانا کہ روزہ دارید و افطار کنید و در شب قیام نہ

درخسپید۔ ہرگز قطعی مانوت کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ اس سے محبت بھری اصلاح کا سبق حاصل ہوتا ہے اگر حضرت صالحین کو افطار کی اور رات بھر جاگنے والوں کو تھوڑی دیر سونے کی ہدایت نہ کرتے تو ضرور اون کی صحت خراب ہو جاتی اور تھوڑے ہی دنوں بعد صوم و قیام دو بھر ہو جاتا اس اصلاح سے دائمی عبادت کا لطف حاصل ہوا۔

قولہ صفحہ ۹ محمد صاحب کے کلام میں ۱۵۔ سے ۱۴۔ غلطیاں ہیں چنانچہ محدث بخاری نے ملک ملک پھر کر چھ لاکھ حدیثیں جمع کیں پھر درپے امتحان ہوا تو آخر کار ۵۹۶۰۰۰ حدیثیں بے اصل ٹھہر کر فقط چالیس ہزار حدیث قبول کیں۔ مشکوٰۃ میں لکھا ہے بہ ثبوت پیوستہ کہ بخاری گفتمہ من صحیح جامع خود را از ششصد ہزار تخریج نموده ام۔ جلد اول صفحہ ۱۱۱ ابوداؤد نے پانچ لاکھ جمع کیں اون میں سے بقول بعضی چار ہزار آٹھ سو اور بقول بعضی چار ہزار قابل اعتبار گردانے باقی رد کردین پس صحت ظاہر ہے کہ بخاری وغیرہ نے کل احادیث کا جائزہ لے کر اون کے پندرہ حصے قرار دیکر ۱۴ حصے مردود اور ایک حصہ معقول ٹھہرایا۔

اقول۔ پنڈت جی صاحب حضرت کی یہ پیشین گوئی بھی داخل اعجاز ہی آپ نے فرمادیا تھا کہ میرے بعد طالبان دنیا احادیث بناوینگے لیکن طالبان حق کو لازم ہے کہ میری حدیثوں کو احکام قرآنی سے مطابق کر لیں اگر خلاف ہوں تو پہچان لیں کہ وہ غیر کی بنائی ہوئی ہیں اسی معیار کے مطابق محدث بخاری وغیرہ نے اگر موضوع احادیث کو کلام نبوی سے علیحدہ کر دیا تو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

منگھڑت احادیث کی طرف داری کرنا اور بنائی ہوئی حدیثوں کو کلام نبوی ظاہر کر کے منکھڑ
دینا بیجا تعصب ہے۔

قولہ صفحہ ۱۱ محمد صاحب کی زندگی کے خاص حالات محمد صاحب جہانی آدمی تھے۔

اسلام کی ایک مشہور تاریخ میں لکھا ہے کہ حاطب نام ایچی نے جسکو محمد صاحب نے

شاہ مصر کے پاس بھیجا تھا حضرت کا یہ حلیہ بیان کیا دیکھتے ہیں آپ آئینہ کو۔ اور

برابر کرتے ہیں اور لٹکاتے ہیں موہاے مبارک کو کنگھی سے اور زمین جدا ہوتی ہیں

آپ سے یہ چیزیں سفر میں نہ حضرت میں اور دیکھا میں نے آپ کو کہ زینت اور آراستگی

کرتے ہیں آپ واسطے ملاقات اپنے ساتھیوں کے سوائے زینت اور آراستگی کے

واسطے اپنے اہل کے دیکھو فتوح مصر اردو صفحہ ۲۲۸ نو لکچور۔

اقول پنڈت جی صاحب اہل اسلام کا یہ کتب عمومی ہے کہ آپ جہانی آدمی نہ تھے

آپ کے جہانی ہونے پر قرآن شاہد ہے۔ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوحٰی اِلَیَّ تَرٰ جِبْرَیْلَ سَکَرًا

اور کچھ نہیں کہ میں بھی ایک بشر ہوں مثل تمہارے (فرق یہ ہے کہ وحی نازل ہوتی

ہے طرف میرے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ آپ کمال روحانیت کی وجہ سے خیر البشر ہیں

کنگھی اور مسواک وغیرہ کا استعمال کسی مذہب و ملت کسی شاستر اور شریعت میں عقلاً و

رواجاً ممنوع نہیں ہے آپ کی پیش کردہ عبارت سے ظاہر ہے کہ آن حضرت اپنی درستوں

کی ملاقات کے لیے زینت فرماتے تھے یہ بات تو عقلاً کے نزدیک نہایت مستحسن ہے

کہ جب اون کا دوست ادن سے ملنے آوے تو اپنے آپ کو اور اپنے مکان کو آراستہ کریں

یہ بھی حضرت کی ایک اخلاقی تعلیم تھی جسکو عقلائے زمانہ انسانی فرائض سے سمجھتے ہیں
قولہ صفحہ ۱۱۱ نظر بد سے ڈرا کرتے تھے چنانچہ حدیث میں لکھا ہے کہ لو کان شیئ سابق

(علی) القدر السبق (سبقت) العین ترجمہ۔ اگر کوئی چیز غالب ہوتی تقدیر پر
 (سبقت کرتی) اوپر تقدیر کے) تو نظر بد غالب ہوتی (تو آنکھ سبقت کرتی) جامہ تیزی

مرقنوی دہلی صفحہ ۲۹۔

اقول پنڈت جی صاحب ماسوا اسکے کہ یہ حدیث احادیث معتبرہ سے نہیں ہے۔ نیز

آپ نے اپنی عادت کے موافق اصل عبارت اور ترجمہ کو بھی غلط لکھ کر مغالطہ دیا ہے۔

بانیہم پھر بھی اس حدیث سے آپ کا مطلب نہیں نکل سکتا اس لیے کہ یہ حدیث بطور

تعلیق محال بالمحال کے ہے یعنی اس فقرے سے کہ اگر کوئی چیز سبقت کرتی اوپر تقدیر

کے) ثابت ہو کہ ہرگز کوئی شے سبقت نہیں کر سکتی ہے اوپر تقدیر کے اور تمام امور

تابع تقدیر ہیں اور نظر بد وغیرہ کا خیال کرنا فضول ہے اس لیے کہ تقدیر سب پر مقدم ہے

اسکی مثال یہ ہے جس طرح کہا جاوے کہ لگڑ ستاروں تک ہاتھ پہنچتا تو ہاتھ اوپر سبقت

اس کا مطلب یہ نہیں ہو سکتا کہ ہاتھ ستاروں پر غالب ہو سکتا ہے بلکہ اصل مطلب

یہ ہوگا کہ ستارہ اس قدر بلند تر ہیں کہ وہ ہر ایک کے دسترس سے محفوظ ہیں اور کسی کا

ہاتھ اون تک پہنچ نہیں سکتا۔ الحاصل حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ تقدیر کو ہر چیز پر

فوقیت اور سبقت حاصل ہے۔ اور اگر کوئی شے ہوئی (اور ان حالیکہ کوئی شے نہیں ہے)

مقابلہ کرنے والی تقدیر سے تو نظر بد ہوتی یعنی بداندیش اور بد بین کے مضرت رسان

۴۲
ارادوں اور تدبیروں کو اگر تقدیر نہ روکے تو چشم زخم سے بچنا دشوار ہو جاوے۔

قولہ صفحہ ۱۱۱ جادو ٹونہ کے قائل تھے اور اس سے سخت ڈرتے تھے حدیث میں ہے

کہ لبید ابن عاصم یہودی نے محمد صاحب پر جادو کیا جس سبب سے چھ ماہ بیمار رہے۔

اقول پنڈت جی صاحب جس شخص نے تمام زمانہ کے ساحرین و شکرین کو اپنی مخالفت

پر ابھار کر نیچا دکھایا ہو اور اسکا سحر سے ڈرنا اور اسپر سحر کا اثر ہونا کس قدر غلط خیال ہے

ساحرین نے ضرور اپنا جادو جادو چلایا اور مخالفین نے تمام عمر حضرت کے قتل کی

تدبیریں کیں مگر کبھی آپ کا بال بیکا نہ کر سکے ع و شش چہ کند چو مہربان باشد دوست

قولہ صفحہ ۱۱۲ محمد صاحب متقی اور پرمیزگار نہ تھے چنانچہ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی

فرماتے ہیں۔ بدانکہ دوست ترین چیزی بحضرت رسالت پناہ از امور دنیا ز نان بودند۔

دہلوی خوش و گفتہ اند کہ در مباشرت قوت سی نفر تا چهل نفر وی را کرامت شرع بود

لا جرم مباح شد اور اچندان کہ خواہد آن در نکاح خود آورد۔

اقول پنڈت جی صاحب کیا جو شخص جائز طور پر اپنی عورات کے پاس جاوے وہ متقی نہیں

ہے۔ اور جو نیوگ کی غرض سے غیر کی عورت کے پاس جاوے وہ متقی ہے ع برین

فہم و دانش بباید گریست۔ تعدد ازواج کے متعلق صفحہ ۷۹ ملاحظہ ہو۔ توارنج دیکھی

اوس شخص سے زیادہ اور کون متقی ہو سکتا ہے جس نے شاہی اقتدار حاصل ہونے پر

اپنی عمر کا حصہ نہایت سادگی سے بسر کیا۔ عمر کبھی صائم الدہر اور قائم اللیل رہا کبھی سپر بکر

کھانا نہ کھایا دوسروں کی راحت کو اپنے آرام پر مقدم سمجھا غیروں کی بہبودی کے لیے

اپنے آپ کو کالیف میں ڈال دیا تمام عمر مرضی الہی کے خلاف کوئی کام نہیں کیا آٹھ برس کی عمر سے غارِ حرہ میں مصروفِ عبادت اور خوفِ الہی سے خاشع و خاضع رہا کبھی دنیا و لذات دنیا کی طرف نظرِ رغبت سے نہ دیکھا تین تین روز تک گرسنہ رہ کر پیٹ پر پتھر باندھ کر بندگانِ خدا کے گہرے ہوئے کاموں کو بنایا۔ برسوں کے گمراہوں کو آنِ واحد میں توحیدِ الہی کا سیدھا راستہ دکھایا۔ زمانہ میں پھیلائی توحیدِ مطلق۔ لگی آنے لگی گھر سے آوازِ حق حق۔

قولہ صفحہ ۳۱۳ جب محمد صاحب بوڑھے ہو گئے اور اون کے قوائے جسمانی ساری ہار گئی

تب یہ آیت نازل کرائی سورہ احزاب لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدِّلَ بَهِتًا

مِنْ أَنْزَاجٍ وَكَوْا عَجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ تَرْجُمَہ نہیں حلال واسطے تیرے

بعد کے اور نہ یہ کہ بدل ڈالے تو اون سے اور بیبیاں اگرچہ خوش لگے (متعجب کرے)

تجکوحن اونکا لگر خنکے مالک ہو گئے واسطے ہاتھ تیرے۔ از ترجمہ امام المحدثین شاہ رفیع الدین

اقول۔ پنڈت جی صاحب اس آیت پر اقرار صحت کرنا صریح ہٹ دھرمی ہے نہایت صاف

حکم ہے کہ ازواجِ موجودہ کے علاوہ اور بیبیاں کرنے کی اجازت نہیں اور موجودہ

ازواج میں سے کسی کو طلاق دے کر بجائے اسکے دوسری عورت سے اگرچہ وہ کیسی ہی

حسین ہو آئندہ نکاح کرنا جائز نہیں۔ اب ذرا تفاسیر و تواترِ نسخ کو دیکھیے صورت

واقفہ یہ ہے کہ مثل سودہ بنت زمعہ وغیرہ کے اور بھی چند خوش اعتقاد بڑھیا عورتوں نے

یہ خواہش کی تھی کہ اون کو حضرت کی زوجیت کا شرف حاصل ہو جاوے اور اون کا اصرار

اس قدر زیادہ ہوتا تھا کہ آخر میں اون کے اسلامی حقوق اور انبیاء سابقین کے نظیر کیجیے

انکار کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔ چنانچہ اسی طرح حفصہ بنت عمر صاحب اور جویریہ بنت حارث تو
نکاح اولن کے والدین کے اصرار سے۔ اور سودہ بنت زمعہ اور سمیونہ وغیرہ کے ساتھ
نکاح خود اولن کے اصرار سے چار و ناچار حضرت کو کرنا پڑا۔ لیکن عورات کی طرف سے
یہ اصرار ہوتا تھا کہ ہم کو ضعیفی کی وجہ سے شادی کی اور کوئی خواہش نہیں ہے صرف یہ
چاہتے ہیں کہ حضرت کی زوجیت کا شرف و نیا میں حاصل ہو کر عقبی میں عزت افزائی
کا ذریعہ ہووے اور جب حضرت کی طرف سے عذر ہوتا تھا تو وہ یہ پہلو اصرار کا اختیار
کرتی تھیں کہ آپ کے نکاح میں جو اور بڑھیا بیبیان ہیں اولن کو زوجیت کا شرف
حاصل ہو چکا ہے اس لیے اب اولن کو طلاق دے کر آزاد کر دیجئے اور بجائے اولن کے
ہم کو زوجیت کا شرف عطا ہووے لیکن ایسا کرنا بھی حضرت کے اخلاق سے بہت بعید
تھا کیونکہ آپ طلاق کو بہت مکروہ سمجھتے تھے۔ عجب کشمکش میں جان تھی خالق کی ذات
اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے اوسنے حضرت کا حال دل معلوم کر کے اس
آیت میں آئندہ اور ازواج کرنے یا ازواج موجودہ کو طلاق دے کر دوسری
بیبیان بدلنے کی ممانعت کر دی اس حکم کا یہ فائدہ ہوا کہ اب کسی کو اصرار کرنے کا
موقع باقی نہیں رہا۔ تواریخ شاہد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی
نکاح ایسا نہیں کیا جس میں بندگان خدا کی اصلاح اور بہبودی ملحوظ و مقصود نہ ہو
پہلی شادی آپ نے خدیجہ بنت خویلد سے کی جو ضعیف العمر اور چالیس سال کی تھیں
اور حضرت کی شروع جوانی کا زمانہ تھا پچیس سال کی عمر مبارک تھی۔ اس میں مصیبت

ملحوظ تھی کہ بیوہ عورتوں کا نکاح میہوب نہ سمجھا جاوے اور سن رسیدہ عورتوں کے ساتھ
 نوجوان مردوں کا نکاح نامناسب خیال کیا جاوے بعد ذریعہ کے بمقتضائے وقت و
 ضرورت جو نکاح کیے گئے وہ دو مصلحتوں سے خالی نہ تھے اول تو بعض عورات کے
 ساتھ نکاح کرنے سے ان کے اہل قبیلہ کی مخالفت بہت کم ہو گئی اور اسلام پھیلانے میں
 کافی کامیابی ہوئی دوسری مصلحت تھی کہ رسومات باطلہ کا مٹانا آنحضرت کا فرض منصبی تھا
 اس لیے بعض نکاح محض اسی لحاظ سے کیے گئے جن میں رواہم جاہلیت کی عملی طریقہ
 سے اصلاح کی گئی اور رسومات باطلہ عرب سے مٹ گئیں۔

قولہ صفحہ ۱۱۵ اب پرستی کا دلی منشا قریش بآن حضرت گفتند کہ نبی گذاریم ترا کہ اسلام
 حجر کنی تا وقتیکہ مس کنی بتان مارا و اگر چه بسر انگشت باشد آنحضرت را از غایت شوق کہ
 بطواف حرم داشت در خاطر مبارک خطور کرد کہ چه شود اگر چنین کنم تفسیر حسینی جلد ۱
اقول پڑت جی صاحب آپ نے جس عبارت کو پیش کیا ہے اس سے قریش کی
 جاہلانہ شہرت و عداوت ثابت ہونے کے سوا اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا اور قریش
 کے دشمنی کی صرف یہی وجہ تھی کہ حضرت بت پرستی کو دنیا سے مٹا رہے تھے جس شخص
 نے تمام عرب کے بتخانوں کا نام و نشان مٹایا بتوں کو ٹوڑ کر نیست و نابود کر دیا۔
 بت پرستوں کو کلمہ توحید سے خدا پرست بنا دیا اوسکا دلی منشا بت پرستی کی طرف
 ظاہر کرنا کس قدر غلط بیانی ہے۔

قولہ صفحہ ۱۱۵ محمد صاحب کی زندگی کے آخری حالات سورہ مائدہ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

مِنَ النَّاسِ۔ یعنی اے محمد! تیری حفاظت کرے گا اور دشمنوں کے شر سے تجھ کو محفوظ
 رکھے گا مگر تفاسیر اور احادیث سے اسکے خلاف ہونا پایا جاتا ہے تاریخ ابوالفدا میں
 ہے احدثت الی البنی نہینب بنت الحارث الیہودیہ شاتاً مسموماً دائم حرب
 آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ وہ لقمہ زہر آلودہ جو یہودیہ نے بکری کے دست کو گھست
 میں بھیجا تھا اور میں نے اوس میں سے خیبر میں کھایا تھا اوس سے میں ہمیشہ تکلیف پاتا
 ہوں یہاں تک کہ میری رگ جان بسبب اوس زہر کے کٹ گئی تاریخ انبیاء صفحہ ۳۶۲ و ۳۶۳
اقول پنڈت جی صاحب آپ ہی کے اعتراف سے قرآن کا الہامی کلام ہونا ثابت ہر
 وعدہ حفاظت کی پیشین گوئی جس طرح صادق ہوئی ظاہر ہے۔ یعنی نہ ہی مخالفت
 کی وجہ سے تمام مشرکین عرب نے عمر بھر لگاتار اور انتھاک کوشت شون سے حضرت کو قتل
 کرنا چاہا مگر بال بیکانہ کر سکے خیبر میں یہودیہ نے زہر قاتل کھانے میں ملا کر کھلایا لیکن
 اوس وقت وعدہ حفاظت کی وجہ سے زہر کا اثر نہ ہوا اور ہنگام رحلت اوسی زہر کے
 پوشیدہ اثر نے پھر عود کیا جس سے مرتبہ شہادت کے بھی حاصل ہونے میں کسبِ حلی کی باقی نہ رہی
قولہ صفحہ ۱۱۳ پیمبر بننے کے واسطے سب طرح کے حیلے کرنے کو تیار تھے لکھا ہے یہود
 اذا قامت آنحضرت در مدینہ حصاراً مد گفتند اے ابوالقاسم مقام انبیاء پیشین زمین شام
 بودہ و اگر تو پیغمبری و خواہی کہ ترا صدیق کنیم باید کہ بشام روی و آنجا ساکن شوی آنحضرت
 عزم سفر شام مصمم فرمود تفسیر حسینی جلد ۱۔

اقول پنڈت جی صاحب یہود کا حسد تو ظاہر ہے لیکن آپ کا حسد کیا کم ہے نفوس غرضوں کا

اور مخالفہ دنیا کس قدر بجا تعصب ہے۔ ظاہر ہے کہ رسول تمام عالم کی ہدایت کے لیے مامور ہوتا ہے۔ شام و دم عراق و حجاز سب مقامات پر دین حق کا پھیلا نا اوس کا فرض منصبی ہے۔ یہود کے اس وعدہ پر کہ ہم توحید الہی کے دین میں داخل ہو جاؤ گے اگر آخر شام جانے کا قصد کیا ہو تو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

قولہ صفحہ ۱۱۶ محمد صاحب آخری وقت بہت دکھی ہو کر فوت ہوئے چنانچہ حدیث میں ہے کہ جب آخری وقت محمد صاحب سے جبریل نے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے قال اجدانی یا جبریل مغموماً الخ ترجمہ کہا آنحضرت نے پاتا ہوں میں اپنے آپ کو اے جبریل غمگین اور پاتا ہوں اپنے آپ کو اندو گھین اوس کے بعد پھر جبریل آیا دوسرے دن پس کہا اوسکو وہی سخن جو پہلے روز کہا تھا مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۶۴ فصل ۱۱

قول پندت جی صاحب جس تارک الدنیا اور خدارسیدہ شخص نے دنیا سے فانی کو ہمیشہ بیچ اور ناجیز سمجھا ہو اوس کا مغموم ہونا کسی دنیوی خواہش کی وجہ سے نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے تارک الدنیا ہے آنحضرت کو اہل اسلام کے ساتھ ایک روحانی محبت اور دلی ہمدردی تھی ہر وقت اونکی بہبودی کا خیال مد نظر تھا چنانچہ وقت رحلت بھی جبریل سے یہی کہا کہ مجھ کو اسلام اور اہل اسلام کی نسبت کوئی ایسا فردہ سناؤ کہ جس سے اون بیکسوں کا غم جسے مجھ کو مغموم بنا رکھا ہے کم ہو جاوے اور جبکہ جبریل نے جناب حدیث کی طرف سے تاقیامت بقائے اسلام کی خوشخبری اور اہل اسلام کی بخشش کا فردہ سنایا تو حضرت کی وہ دلی کلفت جو ایمانی ہمدردی کی وجہ سے تھی

دور ہو گئی اور آپ نے نہایت مسرت اور اطمینان کے ساتھ دربار الہی کی طرف کوچ کیا اور مسلمانوں کے حق میں دعائے خیر کرتے ہوئے جنت کا راستہ لیا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قولہ صفحہ ۱۱۱ محمد صاحب اپنی قبر پر جوانی چاہتے تھے حدیث میں ہے من سار قبری بعد موتی فکافکافہ (سزا دینی فی حیاتی جو کوئی میری قبر کی زیارت کرے بعد مرنے میری کے گویا اوسنے میری زیارت کی حالت حیات میں لایا داخل النار میں سزا دینی دوزخ میں نہ جائے گا وہ جس نے مجھے دیکھا من سار قبری وجبت اللہ شفاعتی جو کوئی میری قبر کی زیارت کرے اوس کے لیے واجب ہوئی شفاعت تاریخ ابنیا صفحہ ۲۲ شرح وفاق اردو جلد اول صفحہ ۲۲ و عقائد الاسلام صفحہ ۲۲۰

اقول پنڈت جی صاحب زیارت اور پرستش میں زمین آسمان کا فرق ہے زیارت ہمیشہ اوس دیکھنے کو کہتے ہیں جس میں مرتب شناسی ملحوظ ہو آنحضرت کے ارشاد کا مقصود یہی ہے کہ جس شخص نے چشم بصیرت سے میری مرتب شناسی کی بعد میرے اوس کو وہی مرتبہ حاصل ہے جو میرے سامنے اقرار رسالت اور مرتب شناسی پر حاصل ہوتا۔ اور فی الحقیقت چشم بصیرت ہی سے زیارت کرنے کی ضرورت ہے درند یوں تو تمام مشرکین و منافقین دن رات حضرت کو دیکھا کرتے تھے کیا اون کو اس زیارت کا کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے ہرگز نہیں۔ احادیث معتبرہ شاہد ہیں کہ محمد صاحب نے ایام جاہلیت کی رسم قبر پرستی کو بالکل مٹا کر عام طور پر ہر ایک قبر اور خاص طور پر اپنے قبر کی نسبت فرمایا ہے لا تتخذوا

حالی نے ان احادیث کا ترجمہ نظم کیا ہے نظم

بنانا نہ تربت کو میرے صنم تم نہ کر نامری قبر پر سر کو صنم تم
 نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ کو تم کہ بیچاری میں برابر ہیں ہم تم

مجھے دی ہے حق ذہن اتنی بزرگی

کہ بندہ بھی ہوں اوسکا اور ایچی بھی

یہ بات ضرور قابل تسلیم ہے۔ کہ قبور کی طرف نظر کرنے سے ایک خاصہ عزت و عبرت بوشعنائی دنیا اپنے مال کار اور فکر آخرت کا سبق حاصل ہوتا ہے اس تصور سے بہت کچھ لطف باطن کی امید ہو سکتی اسی لیے مقابر مومنین کی طرف گزر کر نا اور اون کے حق میں خدا سے دعاے مغفرت کا طالب ہونا مستحب قرار دیا گیا۔ اسکو پرستش سے تعبیر کرنا سخت ہٹ و پھرمی اور بیجا تعصب ہے۔

اب شرک پرستی کا طرز عمل ملاحظہ فرمیں تمام العین وید مبتلا اور منہک ہیں مثلاً ہر روز آریہ صاحبان اگنی دیوتا کو پوجنے کے لیے ایک خاص مقام پر کیلے کے چوراہے کا مندر بنا کر گوبر سے لپٹے اور برہمن کے گھر سے آگ منگو کر سادھو سے جلواتے اور اگنی دیوتا کی تعریف میں وید کے نہایت مبالغہ آمیز منتر پڑھ کر ولی آرزو بر لانے کی التجا کرتے پھر لڑ و پیرے گھی شکر میوہ جات اور موہن بھوگ وغیرہ آگ میں ڈال کر اگنی دیوتا کے ہاتھ جوڑتے اور آگ کو اپنے مشرکانہ کلمات سے خوش کرتے اور ویدی منتر پڑھ کر سراسر ہتے ہیں۔ جیسا کہ فصل اول میں مفصل مذکور ہو چکا۔ ع

بین تفاوت رہ از کجاست تا یہ کج

فصل دوم

پیغمبر اسلام کی زندگی کے مختصر حالات ایک ہندو مورخ شروٹے پرکاش دیو جی صاحب
برامھ دھرم کی تاریخ موسوم بہ سوانحری محمد صاحب سے ماخوذ اور نقل کیے گئے ہیں اور
اصل کتاب کا خاکہ اتارا گیا ہے

جناب رسالت، آپ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ملک عرب کی سرزمین پر حشیانہ
اطوار فسق و فجور قتل و فساد شراب خواری و زنا کاری لڑکیوں کو زندہ درگور کر دینے اور کثرت
ازدواج وغیرہ کا بہت رواج تھا۔ اگرچہ پہلے سے اہل عرب ایک خدا کو مانتے چلے آؤ تھے
مگر آنحضرت کے زمانہ میں قریب قریب سب بت پرستی میں مبتلا تھے اور تمام خطہ عرب
تاریکی میں گھرا ہوا تھا۔ بعض بعض مقامات پر مذہبی میلے بھی ہوتے جس میں اہل کمال
اپنے جوہر دکھلاتے تھے سب سے بڑا میلہ کعبہ کا ہوتا تھا اور اہل عرب نے اس کو اپنا
ممتاز بتخانہ بنا رکھا تھا نظم

وہ دنیا میں گھر سب پہلا خدا کا خلیل ایک مہار تھا جس بت کا

ازل میں مشیت نے جس کو تاکا کہ اس گھر سے ابلے گا چشمہ ہرا کا

وہ اک بت پرستوں کا تیر تھ بنا تھا

جہاں تین سو ساٹھ بت بیچ رہا تھا

تمام قبیل عرب میں قبیلہ قریش سب سے ممتاز تھا اور ان میں سے بھی بلحاظ حسب و نسب اور
جاہ و حشمت کے بنی ہاشم کا خاص طور پر اعزاز کیا جاتا تھا۔ بنی ہاشم سردار عرب ہونے کی وجہ سے

شرف مکہ کے ممتاز اور موروثی عہدہ پر مامور چلے آتے تھے۔

حضرت محمد صاحب بنی ہاشم میں پیدا ہوئے آپ کے باپ کا نام عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم تھا حضرت عبداللہ نے چوبیس سال کی عمر میں آمنہ خاتون بنت وہب سے شادی کی اسی زمانہ میں سفر شام پیش آیا ہنگام واپسی اثنائے راہ میں رحلت کی اور پیارے فرزند کے دیکھنے کی تمنا دل ہی میں لے گئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم روز جمعہ اور بروایت ۱۲ ربیع الاول مطابق ۱۲ اگست شہ ۵ کو مکہ میں پیدا ہوئے بزرگ خاندان حضرت عبدالمطلب ولادت کی خبر شکر شادان و فرحان گھر میں آئے اور بچے کو گود میں لے جا کر طواف خانہ کعبہ کرایا۔ ساتویں روز دستور ملک کے مطابق تمام قبیلہ کی دعوت کی اور بڑی خوشی سے جشن منایا سب کے سنے بچے کا نام محمد رکھا گیا اور بروایت آپکی ماں نے ائمہ نام رکھا۔ اوسوقت عرب میں یہ دستور تھا کہ اپنے بچوں کو شریف خاندان کو دیہاتی اناؤں کے سپرد کر دیا کرتے تھے چنانچہ حضرت کو بھی قبیلہ بنی سعد کی ایک نیک عورت حلیمہ خاتون کے سپرد کر دیا۔ وہ ہر چھ مہینے کے بعد آپ کو والدہ اور دادا سے ملانے کے واسطے لاتی تھی۔ حسب دستور دو برس کے بعد جب دودھ بڑھایا گیا تو حلیمہ حضرت کو لائی آپ کی صحت بہت اچھی تھی اس لیے دانشمندان نے یہ خیال کر کے کہ وہاں کی آب و ہوا بچے کے موافق ہے کہیں یہاں صحت میں فرق نہ آجائے حلیمہ سے کہا کہ تو اسکو ابھی اپنے ہی پاس بھراؤ رکھ جب ہوشیار ہوگا ہم منگوائیں گے اس بات سے آمنہ خاتون کی دوراندیشی اور مناسبت کا پتہ

چلتا ہے کہ اون کو اپنے بچے کی حفظان صحت اور آب و ہوا کی صفائی کا کس قدر خیال تھا
 یہ بات عام عورات میں ہرگز پائی نہیں جاتی۔ مزید برآں یہ کہ اہل قریش کی فصاحت
 و بلاغت ضرب المثل تھی اور قبیلہ بنی سعد بالکل دیہاتی اور گنواہری بولی بولنے والے
 تھے آئینہ خاتون کو اس بات کا قلق ضرور تھا کہ میرے بچے کے کان سے پہلے گنواہری
 زبان سے مانوس اور آشنا ہونگے لیکن جس طرح حفظان صحت کے خیال سے جدائی کا
 سد رمہ برداشت کیا اسی طرح اس رنج کو بھی خوشی سے سہا۔ اور اس معاملہ میں مصلحت الٰہی
 یہ تھی کہ وہ شخص جو فصاحت کا بھڑہ پیش کرنے والا ہو وہ اس طرح چرواہوں میں پہلے
 جب حضرت کی عمر چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ انھیں اپنے ہمراہ مدینہ لے گئیں
 اور مدینہ سے واپس آتے ہوئے موضع ابوا میں قضا کی اس بیکسی میں حصنت
 عبدالمطلب نے یتیم پوتے کی پرورش اور سرپرستی اختیار کی آٹھ برس کی عمر میں وہ بھی
 ساتھ بھڑ کر چل بسے آپ کے حقیقی چچا ابو طالب کفیل ہوئے۔

جس شخص نے باپ کے محبت آمیز کلمات نہ سنے ہوں اور ان کی سن موہنی محبت سے
 محروم ہو گیا ہو وہی یتیموں کے کھلائے ہوئے دلوں کی حالت اور لاوارثوں کی
 بیکسی اور مظلومت کو خوب سمجھ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ان مصیبتوں کے ڈالنے سے
 یہ بھی منظور تھا کہ حضرت کے مزاج میں اعلیٰ درجہ کا حلم اور صبر اور رحم پیدا ہو جاوے
 اور اس ہمدردی بردباری اور غنواہری سے اپنے ہم وطنوں کو چاہ گمراہی سے نکالیں
 ان سب واقعات نے حضرت میں سوچ اور پکار کی وہ عادت پیدا کر دی تھی کہ

کہ معمولی آدمیوں میں اس کا پایا جانا ناممکن ہے آپ کی عادت تھی آٹھ برس ہی کی عمر
 سے باہر ہارڈن اور بیابانون میں اکیلے پھرا کرتے اور صحیفہ فطرت یعنی نیچر کا سبق پڑھا
 کرتے تھے ایک سُنسان غار میں جو غار حرا کے نام سے موسوم ہے جا کر اپنے رقت کا
 بہت سا حصہ صرف کیا کرتے تھے۔ حضرت ابی طالب نے یتیم بھتیجے کو بہت شفقت
 اور محبت سے پالا اور محمد صاحب کو بھی اونسے ایسی محبت ہو گئی تھی کہ زیادہ دیر تک
 ایک کو دوسرے سے جدا رہنا ناگوار تھا۔ ابھی حضرت کو بارہواں سال تھا کہ ابوطالب کو
 سفر شام پیش آیا جب آپ کو خبر ہوئی چچا کے گھٹنوں سے لپٹ کر اس قدر اصرار کیا کہ
 ابوطالب نے ہمراہ لیجانے کے سوا چارہ نہ دیکھا جب قافلہ سفر کرتا ہوا حوالی بصرہ میں
 پہونچا تو بحیرہ نامی راہب نے حضرت سے ہمکلام ہو کر ذہانت و ستانت خوش بیانی اور
 صداقت کے آثار و علامات مشاہدہ کر کے ابوطالب کو خبر دی کہ یہ وہی شخص ہے جسکی
 خبر مسیح ابن مریم نے دی ہے بیشک یہ خدا کا رسول ہوگا یہودیوں سے اس کی
 حفاظت بہت ضروری ہے ابوطالب نے اُس روز سے خاص اہتمام حفاظت کا کیا اس
 سفر میں عجائبات قدرت کے نظارے سے آپ بہت محظوظ ہوئے۔ ٹھوڑے دنوں بعد
 قبیلہ قریش اور بنی ہوازن میں لڑائی شروع ہو گئی یہ جنگ حرب الفجار کے نام سے
 موسوم ہے اُس وقت حضرت کی عمر چودہ سال کی تھی آپ بھی اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ
 دولڑائیوں میں شریک ہوئے۔ حضرت محمد صاحب نے بیس اور پچیس سال کو درمیان
 بقصد تجارت اطراف میں وغیرہ کی طرف سفر کیے جس سے آپ کی اعلیٰ دیانت داری اور

راستی بازی ثابت ہو کر لوگ آپ کو صادق اور امین کہنے لگے۔

ان ایام میں خدیجہ خاتون نے جو ایک ممتاز قبیلہ کی شریف بیوہ عورت تھیں۔ اور پچھلے شوہر سے بہت مال کھتی تھیں ایک کارندہ رکھنا چاہا۔ حضرت کو طلب کر کے کہا

بجائے معمولی تنخواہ کے دو گنی تنخواہ دوں گی اور تمام ملازمین پر آپ کا حکم جاری ہوگا۔ آپ نے حضرت ابی طالب کے مشورہ سے اس کام کو منظور کر کے مین کا سفر کیا اور بہت

معقول نفع کما کر لائے خدیجہ اس قدر خوش ہوئیں کہ شادی کا پیغام دیا اوس وقت خدیجہ کی عمر چالیس سال اور حضرت کی عمر پچیس سال کی تھی نہایت خوشی اور باہمی

رضامندی سے دونوں کی شادی ہو گئی۔ آپ کے عقد کی خبر سکر علیہ دائی بھی آئی اور خدیجہ نے پیاس خاطر آنحضرت چالیس بھیرین دین وہ بہت خوش ہوئی اور نے کر

اپنے گھر چلی گئی۔ خدیجہ سے عقد کرنے کے بعد آپ نے اہل وطن کے بہبود کی طرف توجہ کی سب سے پہلے اوس قدیم عہد کو پھر زندہ کیا کہ حدود مکہ کے اندر ایک دوسرے پر ظلم

نہیں کر سکتا۔ چند روز بعد عثمان ابن حارث نے جو عیسائی ہو گیا تھا اپنے اہل وطن اور قوم کے ساتھ دغا بازی کر کے مکہ کو اہل یونان کے سپرد کرنے کی کوشش کی تھی

مگر حضرت نے اس معاملہ میں ایسے تن من دھن سے کوشش کی کہ اپنے اہل وطن کو غیر قوم کی غلامی سے بچالیا یہ واقعہ تواریخ عرب میں خاص وقعت رکھتا ہے۔

جب حضرت کی عمر پچیس سال کی ہوئی تو اہل مکہ میں سنگ اسود کے اٹھانے پر سخت جھگڑا ہوا اسکا واقعہ یوں ہے کہ آگ لگ جانے سے کعبہ کے در و دیوار منہدم ہو گئے

اور حضرت ابراہیم کا معبد گر گیا اہل مکہ نے اسے زبردستی تعمیر کرنا چاہا سنگ اسود کو جو حضرت ابراہیم کا نشان معبد ہونے کی وجہ سے مقدس سمجھا جاتا تھا ہر شخص اپنا اعزاز سمجھ کر اٹھانا چاہتا تھا تکرار زیادہ بڑھ چکی تھی کہ اتفاق سے حضرت بھی تشریف فرما ہوئے وہ سب آپ کی صداقت و امانت و ہانت و متانت کے قائل تھے اسلئے آپ ہی کو منصف اور حکم قرار دیا حضرت نے ایسا فیصلہ کیا جو بہت زیادہ قابل قدر ہے یعنی ایک چادر میں سنگ اسود کو رکھ کر حکم دیا کہ ہر قبیلہ کا سردار گوشہ روا کوٹھا کر اس کے مقابلہ تک بند کرے اور پھر سب کی طرف سے آپ نے مختار بن کر دیوار کعبہ میں نصب کروایا۔ اس فیصلہ سے سب بہت شگور ہوئے اور فساد ہر طرف ہو گیا۔

اس کے چند روز بعد ہی زید بن ثابت کسی لڑائی میں پکڑا گیا اس کے دشمنوں نے اس کو خدیجہ کے بھتیجے کے ہاتھ فروخت کر دیا بھتیجے نے یہ غلام اپنی چھو بھی کے نذر کیا حضرت نے زید کی حالت پر رحم کھا کر اس کو خدیجہ سے مانگ لیا اور آزاد کر دیا زید کے باپ کو اس بات کی کچھ خبر نہ تھی تھوڑے دنوں کے بعد وہ کچھ روپیہ لے کر اس کے آزاد کرانے کو آیا تو آپ نے کہا کہ اس کو میں خود آزاد کر چکا ہوں چاہے یہاں رہے چاہے آپ کے ساتھ چلا جاوے مگر زید نے باپ کے ساتھ جانا پسند نہیں کیا۔ اور حضرت ہی کی خدمت میں رہے آپ نے اپنی چھو پی زاد بہن سے جو نہایت خوبصورت اور اعلیٰ خاندان عرب سے تھیں زید کا نکاح کر دیا۔ اس میں یہ مصلحت ملحوظ تھی کہ زید سے لوگ ایسے غلاموں کو جو اتفاقات زمانہ سے زمرہ غلامی میں داخل ہو گئے ہوں

اور قوم کو شریف ہون حقیر نہ سمجھیں۔

حضرت محمد صاحب کادل ہر وقت اہل وطن کی ضلالت اور تاریکی جہالت سے کلاتا تھا آپ ہمیشہ
الان کی رہنمائی کے واسطے خدا سے دعا مانگتے تھے آپ کا معمول تھا کہ رمضان کا مہینہ غار حرا میں
رہ کر خدا کی عبادت میں بسر کرتے اور سحر و جادو مانگتے تھے کہ کی طرح ان کا ملک چاہ ضلالت سے
نکلے آخر جو بندہ یا بندہ الہام الہی کا چشمہ آپ کے دل میں بھوٹا اور نور خداوندی کا ستارہ چمکا۔ آپ کا
دل اس مبارک درجہ کو پہونچ گیا تھا کہ خداوند تعالیٰ کی مرضی معلوم کر سکے اور حضرت کو یقین ہو گیا۔ کہ
بس خدا نے مجھ کو اسی مطلب کے واسطے پیدا کیا کہ میں اپنے ملک سے اس جہالت کو دور کروں
آپ کو اس بات کا بھی یقین ہو گیا کہ جب انسان بہت گناہ کرتے ہیں اور دین حق کو چھوڑ دیتے
ہیں تو خدا ان کو راہ راست پر لانے کے لیے ایک نہ ایک شخص کو پیدا کر دیتا ہے چنانچہ اوس نے
اب یہ بار امانت میرے سر ڈالا ہے جیسا کہ اس سے پہلے حضرت ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ کو مامور کیا تھا
اسی خیال آپ کا عین الیقین کے درجہ تک پہونچ گیا تھا آپ اکثر غیبی آوازیں سنتے اور خواب اور
بیداری میں طرح طرح کے مشاہدات دیکھتے تھے اور جو خواب دیکھتے ہمیشہ سچ نکلتا آخر کار
جب آپ کی عمر پورے چالیس سال کی ہوئی تو ایک دن جب معمول غار حرا میں تشریف لے گئے
کیا دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص آپ کو پکار کر کہتا ہے کہ پڑھ۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے پڑھنا نہیں آتا
تب فرشتہ نے کہا اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝
اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ ترجمہ پڑھ انہی
پروردگار کے نام سے جو خالق ہے۔ جنو جے ہوے اوسے انسان جیسی پر حکمت مخلوق پیدا کی

پٹھہ اپنے پردہ دگار کے نام سے جو بہت کرم کرنے والا ہے۔ جسے قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔ آدمی کو
 وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہ جانتا تھا۔ جب حضرت پرہی نازل ہو چکی تو آپ خدیجہ کے پاس گھبراہٹی
 ہوئے آئے اور سارا ماجرا سنایا۔ خدیجہ نے آپ کو تسلی دی اور کہا بیشک تم پیغمبر خدا ہو۔ اور میں
 تم پر ایمان لاتی ہوں۔ خدیجہ کا ایک بھائی ورقہ بن نوفل تھا ادنیٰ سے جب یہ حال سنا وہ بھی حضرت
 پر ایمان لایا۔ اور مردونہ میں سب سے پہلے حضرت علی بن ابی طالب جو ابھی نوجوان تھے آپ پر
 ایمان لائے۔ حضرت محمد صاحب اکثر خدیجہ اور علی کو لے کر مکہ کے گرد و نواح کے سنسان پہاڑوں
 میں چلے جاتے اور وہاں یاد الہی میں مشغول رہتے ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضرت عبادت
 خالق میں مصروف تھے اس طرف سے جناب ابوطالب کا گذر ہوا کہا اسے میری بھائی
 کے بیٹے بتاؤ کس مذہب پر چلتا ہے حضرت نے کہا یہ مذہب خدا کا اور اس کے فرشتوں کا۔
 اور اس کے پیغمبروں اور چارے دادا ابراہیم کا ہے خدا نے مجھے اسی غرض سے پیدا کیا ہے کہ
 اس کے بندوں کو جو راہ راست سے پھر گئے ہیں راہ حق کی طرف بلاؤں۔ اے چچا جان آپ
 بھی میرا ساتھ دیجیے۔ جناب ابوطالب نے یہ سن کر بے صبریت وقت اظہار ایمان مناسب نہ سمجھا
 لیکن قسم کھا کر کہا کہ جب تک میں جیتا رہوں گا تیرا بال بیکار نہ ہونے دوں گا پھر ابوطالب نے
 اپنے بیٹے علی سے پوچھا تیرا کیا مذہب ہے علی رضی نے جواب دیا کہ میں خدا اور اس کے پیغمبر پر
 ایمان لے آیا ہوں اور اس کا ساتھ دوں گا تب ابوطالب نے کہا جاؤ انکے ساتھ رہو وہ ہمیشہ
 تم کو راہ حق کی طرف بلاؤں گا۔ اس کے بعد زاذو شہرہ غلام زید نے اسلام قبول کیا۔ اس کے چند روز
 بعد ابوبکر صاحب ایمان لائے اور آہستہ آہستہ مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی۔

تیسٹالیس سال کی عمر تک پوشیدہ دعوت دین کیلگی آخر کار ایک روز حضرت نے اپنے چشمہ دار
 اور قبیلہ کے لوگوں کو اپنے گھر بلایا اور اس جلسہ عام میں بر ملا دعوت اسلام کی۔ اس طریق عمل سے
 لوگوں نے بہت برا مانا اور اسی دن سے مخالفت کا دروازہ کھل گیا۔ حضرت ابوطالب کی بہت تنہی
 اڑائی گئی مگر اس تنہی اور طعن اور تشنیع نے حضرت محمد صاحب کی بالکل ہمت نہ توڑی بلکہ آپ کو
 یقین ہو گیا کہ زیادہ ہمت اور تہ دہی سے کام کرنے کی ضرورت ہے اپنے آپ کو ہمہ تن لادوخل میں
 ڈال دیا سربازار و غط و نصیحت کرنی شروع کی اور بت پرستی کی اس قدر تضحیک و توہین کی کہ قریش نے
 آکر ابوطالب سے شکایت کی اور کہا آپ کا لحاظ کرتے ہیں ورنہ محمد صاحب کو جان سے مار ڈالتے
 اگر آپ اسکی حمایت کرتے ہیں تو اوپر پھڑک کر فیصلہ کر لیں۔ حضرت ابوطالب نے اونکو تو ٹال دیا
 اور محمد صاحب کو بلا کر احوال قریش سے آگاہ کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ چاہے ادھر کی دنیا ادھر
 ہو جاوے جب تک میرے دم میں دم ہے اس کام کو نہیں چھوڑوں گا۔ محمد صاحب نے بہت ورد بھری دسی
 یہ گفتگو کی اور ہنگام تقریر آپ کا دل بھر آیا آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈب گئیں۔ ابوطالب پر اس
 کیفیت کا بہت اثر ہوا اور کہا اچھا جو تمہاری مرضی ہو کر وہ میں تمہارا ساتھ ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔
 حضرت محمد صاحب نے اب بہت زور شور سے وعظ و نصائح کے پیرایہ میں بت پرستی کی برائی
 ظاہر کرنی شروع کی مگر قریش پر اسکا کوئی مفید اثر نہ ہوا اور وہ مخالفت پر کمر بستہ ہوئے۔ جو قسمتی
 سے ابوطالب کا لحاظ اور بعض عزیزوں کی عزیمت داری کام دے گئی اور دشمنوں کو بالکل ناکامی
 ہوئی۔ اسکے بعد قریش نے سوچا کہ آؤ محمد صاحب کو کوئی زبردست دنیاوی لالچ دے کر اس کام
 سے باز رکھیں۔ چنانچہ ایک شخص حضرت کے پاس آیا اور یہ کہا۔ آپ بڑے خاندانی لائق اور عزیز

شخص ہیں مگر آپ نے ہم میں ناحق نفاق ڈال دیا ہے۔ آپ ہمارے بتوں اور معبودوں کی ٹھیک
 کرتے ہیں اور ہمارے آباؤ اجداد کو مشرک و گمراہ بتاتے ہیں ہم آپ سے ایک التجا کرتے ہیں کہ آپ
 سنیے اور غور کیجئے کہ وہ قابل پسندیدگی ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بولا کہ اگر آپ کی
 غرض مال و دولت جاہ و شہرت جمع کرنے سے ہے تو ہم سب ملکر آپ کو اس قدر جمع کر دیتے ہیں کہ ہمارے
 ملک میں کسی کے پاس اس قدر دولت نہیں ہوگی۔ اگر آپ اپنے کو بڑا اور صاحب رتبہ بنانا چاہتے
 ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار اور پیشوا بنالیتے ہیں اور آپ کی مرضی کے بغیر ہرگز کوئی کام نہیں کیا کریں گے
 اور اگر آپ کو سلطنت کی ضرورت ہے تو ہم آپ کو اپنا سلطان بنانے کو تیار ہیں۔ جب وہ قریشی
 قاصد پیام پہنچا چکا تو حضرت نے اس کی جواب میں قرآن کی چند آیتیں پڑھیں جن کا حاصل یہ ہے
 کہ میں بھی مثل تمہارے ایک انسان ہوں فرق اس قدر ہے کہ مجھ پر یہ پیغام الہی پہنچا ہے کہ تمہارا معبود
 ایک خدا ہے جو ہر قسم کی طرف اپنا دل لگاؤ اور اسی سے اپنا گناہوں کی معافی چاہو۔ بربادی
 اور تباہی ہے اُن لوگوں کے لیے جو مخلوق کو معبود کا مرتبہ دیتے ہیں۔ قریش کے قاصد نے
 جب یہ الفاظ سنے اور جوش بھرے دل کی یہ کیفیت دیکھی تو اس پر بزرگانہ رعب چھا گیا وہ منہ سے
 ایک لفظ نہ بول سکا حیران و ششدر ہو کر اپنے رفیقوں کے پاس گیا اور جو کیفیت اس پر گزری
 تھی کہ سنائی۔ جب قریش اس حیلہ میں بھی کامیاب نہ ہوئے تو انھوں نے مسلمانوں کو اذیتیں اور
 تکلیفیں پہنچانی شروع کیں۔ عزیزوں کا بھی خون سفید ہو گیا چچا ابولہب دشمن جانی ہو گیا
 جچی کا یہ حال کہ جنگل کے کانٹے اور گوہر و سمیٹ لاتی اور جن جن راہوں سے بھتیجا گزرتا وہاں
 وہ گوہر و اور کانٹے بکھیر دیتی محمد صاحب کے پاؤں زخمی ہو جاتے وہ بیٹھ جاتے اپنے پاؤں سے بھی

کانتے نکالتے اور راہ میں سے بھی دو کرتے تاکہ اور چلنے والے بھی اس لذت سے بہین سے
می رنجین دروہ تو خار و باہمہ چون گل شگلہ بود رخ جاننج او تو

حضرت محمد صاحب حب و غط کھٹے کھڑے ہوتے اور قرآن مجید پڑھتے تو لوگ غل جاتے کہ کوئی
شخص آپ کی بات نہ سن سکے۔ حضرت کو امین کھڑا ہونے دیتے۔ پھر اور ڈھیلے پھیکے جاتے۔
یہاں تک کہ آپ کے ٹخنے اور نپڑ لیان رخمی ہو جاتین اور خون بہنے لگتا۔

حضرت پر جو ظلم ہوتا اسے جس طرح بن پڑتا برداشت کرتے تھے مگر اپنے رفیقوں کی مصیبت دیکھ کر
آپ کو تاب نہ رہتی تھی اور غریب مومنون پر ظلم و ستم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا لوگ انھیں پکڑ کر
جنگل میں لے جاتے۔ اور برہنہ کر کے شدت کی دھوپ میں جلتی تہی ریت پر لٹا دیتے
اور اون کی چھاتیوں پر پتھر کی سلین رکھ دیتے گرمی کی آگ سے ٹپتے مارے بوجھ کے
زبان باہر نکل پڑتی بہتیروں کی جانیں اس عذاب سے نکل گئیں۔ حضرت محمد صاحب اپنی آنکھ
سے ان بچاروں پر یہ ظلم ہوتا دیکھتے آپ کا جگر مظلوموں کی ہمدردی میں پاش پاش ہوتا۔
مگر کچھ کرنے نہ سکتے تھے مومنین کی یہ دردناک حالت دیکھ کر اور اپنے میں حفاظت اور مقابلہ کی
طاقت نہ پا کر آپ نے انھیں یہ صلاح دی کہ تم نے راہ خدا میں قدم رکھا ہو تو کلیفوں سے نگہراؤ
اور اللہ کا نام لیکر ابی سینیا کی طرف یعنی ملک حبش کو ہجرت کر جاؤ۔ چنانچہ آپ کے حکم کے بموجب
چند قبیلوں کے لوگ جو اپنی جان سے بھی تنگ تھے مع اپنے عیال و اطفال کے گھر بار چھوڑ کر
ابی سینیا کو روانہ ہو گئے۔ اوس کے بعد اور بھی بہت سے لوگوں نے ترک وطن اختیار کیا یہ
جلا وطنی پانچویں سال نبوت مطابق ۳۱ھ عرین واقع ہوئی۔ جب قریش کو یہ خبر پہونچی

تو وہ تعاقب میں چلے اور نجاشی شاہ ابی سینا کی خدمت میں پہنچے اور بعض کی نسبت یہ ظاہر کیا کہ ہمارے بھائے ہوئے غلام ہیں ہم کو ان کی گرفتاری کا حق حاصل ہے۔

شاہ حبشہ نے ان جلاوطنوں کو اپنے روبرو طلب کیا اور ان کے دشمنوں نے جو کچھ بیان کیا وہ پیش کیا۔ تب جعفر بن ابی طالب جو حضرت علی کے حقیقی بھائی تھے بادشاہ کی خدمت

میں آگے بڑھے اور سب کی طرف سے اپنا حال یوں عرض کیا۔ اے عالیجاہ شاہ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم جہالت اور گمراہی کے گڑھے میں گرے ہوئے تھے ہم بتوں کی پوجا کرتے۔ اور

مردار دکھایا کرتے گندی اور فحش باتیں کہتے تھے ہم میں کوئی انسانی خوبی نہ تھی۔ خداوند تعالیٰ نے جسکا فضل سارے جہان پر چھایا ہو ابھی میرا صبر کواٹھار کی ادھر رحمت اور سلامتی ہو ہمارے

یہ رسول کر کے بھیجا۔ اوس کی شرافت نسبتی راست گفتاری صفائے باطنی اور دیانت داری سے ہم خوب آگاہ ہیں۔ اوس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی معنی ظاہر فرمائی اور وہ اللہ کا یہ پیغام

لیکر ہمارے پاس آیا۔ کہ صرف ایک خدا پر ایمان رکھو اوس کی ذات و صفات میں اور کسی شریک نہ ٹھہراؤ۔ بتوں کی پرستش مت کرو۔ راست گفتاری اپنا شعار ٹھہراؤ۔ امانت

میں کبھی خیانت نہ کرو اپنے تمام اہل خانہ جنس سے ہمدردی رکھو یتیموں کے حقوق کی نگہداشت کرو۔ عورت ذات کی عزت کرو۔ یتیموں کا مال نہ کھاؤ پاکیزگی اور پرہیزگاری

کی زندگی اختیار کرو۔ خدا کی عبادت کرو۔ اوسکی یاد میں کھانا پینا تک بھول جاؤ۔ راہ خدا میں غریبوں کی مدد کے لیے خیرات کرو۔ اے بادشاہ یہ اوس رسول کی

تعلیم ہے ہم لوگ اوس پر ایمان لائے ہیں اور اوسکی تعلیم کو سہنے قبول کر لیا ہے خاص کر

اس حکم کو کہ پھر کے بے جان بتوں کی پرستش نہ کرو بلکہ صرف خدا کی پرستش
 کرو۔ صرف اس ایمان لانے پر ہمیں وہ اذیتیں دی گئی ہیں کہ بال بچے گھر بار تک چھو کر
 جلا وطن ہونا اور راہ غربت اختیار کرنا پڑا ہے۔ ہمیں اپنے دیس میں کہیں پناہ ملی
 آخر ہم سب پر دسیوں نے آکر تیرے ملک میں پناہ لی ہے تیرے انصاف اور کرم کے
 امیدوار ہیں۔ جعفر نے اس رقت بھرے دل سے اس تقریر کو ادا کیا کہ نجاشی پر اسکا بہت
 اثر ہوا۔ اور اس کا دل رسول عربی کی اور تعلیم سننے کا آرزو مند ہوا اور نے جعفر سے کہا
 کہ جو کلام تم تمھارے نبی پر اترتا ہے اس میں سے بھی کچھ پڑھ کر سناؤ۔ تب جعفر نے سورہ
 مریم کی چند ابتدائی آیتیں ولادت مسیح کے باب میں پڑھ کر سنائیں اور جب وہ ان
 الفاظ پر پہنچے کہ اے مریم خوش ہو کر کھاپی اور اس ننھے بچے کو دیکھ کر اپنی آنکھیں
 ٹھنڈی کر۔ تو کلام کی خوبی وقت کی کیفیت صداقت کا اثر نیا کہنتی کا زور ان سب باتوں
 نے ایک عجیب حالت طاری کر دی نیک سول شاہ حبش کی آنکھوں سے آنسو روان تھے
 اور دن سوزان۔ وہ بول اٹھا کہ یہ اسی نور کی شعاعیں ہیں جسکا جلوہ موسیٰ پر ہوا تھا
 یہ کہہ کر اسنے صاف انکار کر دیا کہ یہ مظلوم مسلمان قریش کے سفیر دن کو حوالہ نہیں کیے
 جاسکتے۔ اور سفیر ان قریش کو ناکام رخصت کیا۔ اور ان مومنین عرب کو نہایت خوشی ہو
 اپنے ملک میں رہنے کی اجازت دی۔ نجاشی کو اس نئے دین میں بے اختیار دھسپی
 پیدا ہو گئی کلام پاک کے الفاظ کچھ ایسے مناسب وقت میں اس کے روبرو پڑے گئے تھے
 کہ اس کے دل میں کھپ گئے وہ جعفر کو رخصت کر دیتا پھر تنہائی میں سوچتا تو اس کے

دل میں کشتکش شروع ہو جاتی وہ جعفر کو پھر بلاتا اور اپنے عقیدے کا اُس کے عقیدے سے
 مقابلہ کرتا۔ بار بار پوچھتا کہ تم مسیح کی نسبت کیا عقیدہ رکھتے ہو۔ جعفر کہتا کہ وہ برگزیدہ
 بندہ خدا کا تھا جسے اللہ نے اپنا نبی اور رسول بنا کر بنی اسرائیل کے لیے بھیجا۔ ان کا نام
 تقریرون اور مباحثوں کے بعد خاشی صداقت کا قائل ہوا اور کہا اگر مہاشا ہی مہلت
 دیتیں تو میں خود عرب کو چلتا اور اوشا عرب کا چاکر بنتا۔ اگر تاجور سربراہ فراتختی مکر بند او جا کر می خشتی
 ادھر حیب مسلمانوں نے جان بچا کر الی سینا میں پناہ لی تو ادھر حضرت
 محمد صاحب اکیلی قریش میں وغٹا نصیحت کرتے رہے۔ قریش نے حضرت کو الیسا
 تنگ کیا کہ جب آپ اٹھنا چاہتے تو وہ کوڑا کرکٹ اٹھا کر آپ کے کھانے میں گرا دیتی
 مگر یہ اللہ کے عاشق ان تکلیفوں اور مصیبتوں سے ذرا بھی نہ جھپکتی اور اپنے کام پر
 ثابت قدم رہ کر ان آفتوں اور مصیبتوں کو برداشت کرتے تھے۔ حضرت نے یہ نئی
 کامیابی حاصل کی کہ آپ کے چچا حمزہ اور مکہ کے ایک مشہور بارہوخ آدمی یعنی عمر صاحب
 ایمان لے آئے۔ عمر صاحب کے ایمان لانے کا دلچسپ قصہ یہ ہے کہ ابوہیل نے تمام
 قریش کو جمع کر کے لعنت و ملامت کی اور کہا کہ تم سے ایسا ایک شخص بھی قتل نہیں ہو سکتا
 جسے بہت سے لوگوں کو ہمارے دین سے علیحدہ کر لیا ہے میں بھری مجلس میں اشتہار
 دیتا ہوں کہ جو محمد صاحب کو قتل کرے گا اسے سوانٹ نہایت اعلیٰ قسم کی قومی
 خدمت کی انجام دہی میں حوالہ کروں گا۔ عمر صاحب نے اس سے اقرار کیا کہ میں حضرت کو
 قتل کروں گا مگر ایسا وعدہ کا پورا اطمینان کروں۔

ابوہل عمر صاحب کو ساتھ لیکر کعبہ میں گیا اور ہبل کے سامنے جو قریش کا بہت بڑا بت
 تھا ایٹھا وعدہ کرنے کی قسم کھائی۔ اسی طرح عمر صاحب نے بھی ہبل کے روبرو عہد کیا کہ
 جب تک محمد صاحب کو قتل نہ کر لوں گا تلوار ہاتھ سے نہ رکھوں گا۔ یہ کہہ کر عمر صاحب نے
 حضرت کے مکان کی طرف رخ کیا۔ حضرت محمد صاحب اون دنوں اپنی نشست ایک دست
 ارقم کے یہاں رکھتے تھے وہ مکان اچھی گنجائش کا تھا وہاں سب مومنین مظلوم جمع
 ہو جاتے عبادت الہی بجالاتے اور اپنی بچاؤ کی تدبیریں کرتے۔ اوس روز بھی معمول
 یہ لوگ جمع تھے اور سب مومنین انعام قتل کی وجہ سے متوحش تھے عمر صاحب تلوار یہ
 حضرت کی فکر میں جا رہے تھے کہ ایک دوست ملا اوسنے حال معلوم کر کے کہا تو پیغمبر اسلام
 کے قتل کی فکر رکھتا ہے اور اپنے گھر کی حالت سے بیخبر ہے۔ خود تیری بہنوں کی مسلمان
 ہو چکے ہیں اگر تجھ میں کچھ غیرت ہے تو پہلے ان کو قتل کر یہ سنکر بدن میں آگ لگ گئی
 پہلے اپنی بہن ہی کی صفائی کرنی ضروری جانی بہن کے دروازے پر پہنچے دروازہ
 بند تھا بہن اور بہنوی محمد صاحب کے ایک رفیق سے جنکا نام جناب تھا قرآن سن رہے تھے
 عمر صاحب نے دروازہ کھٹکھٹایا بہنوی نے جھٹ جیاب کو کسی کونے میں چھپا دیا بہن
 نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ اور بھائی کو آگ بکولہ دیکھ کر ڈر گئی۔ جب بالکل اپنے قتل پر آمادہ
 پایا تو بولی اے بھائی جس چیز کو سن کر ہم نے اپنا دین تبدیل کیا ہے شر اوس چیز
 کو ذرا تم بھی سن لو اگر اوسکا اثر تمہارے دل پر نہ ہوے تو تمہیں اختیار ہے کہ مجھے اور میری
 شوہر کو قتل کر ڈالو۔ عمر صاحب یہ بات سن کر متعجب ہوئے اور کہا لاؤ وہ کیا چیز ہے مجھے بھی سناؤ

اوسی وقت جناب کو اندر سے بلالے اور درخواست کی کہ قرآن مجید پڑھ کر سنائیں۔
 جناب نے سورہ طہ پڑھنی شروع کی جسکو سنکر عمر صاحب نے ہر چند گوشش کی کہ اس
 کلام کا اثر اون کے دل پر نہونے پاوے مگر ایسا ہونا اون کی طاقت سے باہر تھا ایک ایک
 آیت ان کے دل پر نشر کا کام دے رہی تھی۔ عمر صاحب یہ کلام سنکر بے خود ہو گئے اور بڑا خفا
 کہنا پڑا کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے کچھ اور چیز ہے اور درخواست کی کہ مجھے حضرت کی
 خدمت میں لے چلو چنانچہ جناب ہمراہ ہوئے اور عمر صاحب نے حضرت کی خدمت میں
 حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اوس روز سے شوکت اسلام اور بھی بڑھ گئی۔ اسی سال میں
 آنحضرت کے سر پرست چچا ابوطالب اور آپ کی غمخوار بیوی خدیجہ نے عالم بقا کی راہ لی
 حضرت محمد صاحب کو ان دونوں موتوں نے بہت بکیں کر دیا کوئی ایسا حامی نہ رہا جو
 قریش کے حملوں سے بچاتا اور کوئی ایسا غمخوار نہ تھا جس سے اپنا رازِ دل کہتے اور وہ
 تسلی اور تشفی دیتا مگر جعفر آپ کی بے کسی بڑھتی جاتی تھی اتنا ہی ذاتِ خدا پر بھروسہ
 بڑھتا جاتا تھا اور یقین کامل تھا کہ خدا میرا معین و مددگار ہے جو کچھ کرتا ہی ہمارے
 اور اپنے بندوں کی بھلائی کے لیے کرتا ہے۔

جب حضرت کو ابوطالب کے بعد قریش نے بہت زیادہ تنگ کیا اور آپ بھی اون کو
 راہِ راست پر لانے سے مایوس ہو چکے تو دلمین ٹھانی کہ آؤ اس شہر سے طائف میں
 چلین اور وہاں کے لوگوں کو وعظ و نصیحت کریں چنانچہ زید ابن ثابت کو ساتھ
 لیکر طائف تشریف لے گئے وہاں کے لوگ ایسے سنگ دل تھے کہ خیر لہی و عطر نصیب

ابوہل عمر صاحب کو ساتھ لیکر کعبہ میں گیا اور ہبل کے سامنے جو قریش کا بہت بڑا بت
 تھا ایٹھاسے وعدہ کرنے کی قسم کھائی۔ اسی طرح عمر صاحب نے بھی ہبل کے روبرو عہد کیا کہ
 جب تک محمد صاحب کو قتل نہ کر لوں گا تلوار ہاتھ سے نہ رکھوں گا۔ یہ کہہ کر عمر صاحب نے
 حضرت کے مکان کی طرف رخ کیا۔ حضرت محمد صاحب اون دنوں اپنی نشست ایک نئے ست
 ارقم کے یہاں رکھتے تھے وہ مکان ابھی گنجائش کا تھا وہاں سب مومنین مظلوم جمع
 ہو جاتے عبادت الہی بجالاتے اور اپنی بچاؤ کی تدبیریں کرتے۔ اوس روز بھی معمول
 یہ لوگ جمع تھے اور سب مومنین انعام قتل کی وجہ سے متوحش تھے عمر صاحب تلوار یہ
 حضرت کی فکر میں جا رہے تھے کہ ایک دوست ملا اوسنے حال معلوم کر گئے کہا تو پیغمبر اسلام
 کے قتل کی فکر رکھتا ہے اور اپنے گھر کی حالت سے بخیر ہے۔ خود تیری بہنوئی مسلمان
 ہو چکے ہیں اگر تجھ میں کچھ غیرت ہے تو پہلے اُن کو قتل کر یہ سنکر بدن میں آگ لگ گئی
 پہلے اپنی بہن ہی کی صفائی کوئی ضروری جانی بہن کے دروازے پر پہنچے دروازہ
 بند تھا بہن اور بہنوئی محمد صاحب کے ایک رفیق سے جفا کا نام جواب تھا قرآن سن رہے تھے
 عمر صاحب نے دروازہ کھٹکھٹایا بہنوئی نے جھٹ جیاب کو کسی کونے میں چھپا دیا بہن
 نے اٹھکر دروازہ کھولا۔ اور بھائی کو آگ بگولہ دیکھ کر ڈر گئی۔ جب بالکل اپنے قتل پر آمادہ
 پایا تو بولی اے بھائی جس چیز کو سن کر ہم نے اپنا دین تبدیل کیا ہے شر اوس چیز
 کو ذرا تم بھی سن لو اگر اوسکا اثر تمہارے دل پر نہ ہوے تو تمہیں اختیار ہے کہ مجھے اور میری
 شوہر کو قتل کر ڈالو۔ عمر صاحب یہ بات سنکر متعجب ہوئے اور کہا لاؤ وہ کیا چیز مجھے بھی سناؤ

کچھ اثر نہ کیا ٹھہرنے تک کی اجازت نہ دی۔ پھر روڑے (نیشن مارکر اور لڑکے پیچھے لگا کر شہر سے باہر نکال دیا آپ کے ٹخنے اور پنڈلیاں پھر ملن سے زخمی ہو گئیں کچھ فاصلہ پر کھجورون کے درختوں کے نیچے شہر سے باہر بیٹھے پنڈلیوں کا خون پوچھتے جاتے تھے۔ اور آبدیدہ ہو کر اپنے خدا کی درگاہ میں نہایت عاجزی سے دعا کرنے لگے۔

اے خداوند میں اپنے ضعف و ناتوانی اور مصیبت و پریشانی کا حال کس سے کہوں مجھ میں صبر کی طاقت اب بہت تھوڑی رہ گئی ہے مجھے اپنے مشکل حل کرنے کی کوئی تدبیر نظر نہیں آتی میں سب لوگوں میں ذلیل و رسوا ہو گیا ہوں اے خداوند عالم تیرا نام رحیم و رحمن ہے عاجزون کی عذر پذیر و مظلوموں کی دست گیری تیری خاص صفت ہو اے پروردگار تو ہی ہر شکستہ حال کا مددگار اور یہ عاجز تیری ہی عنایت اور مدد کا ہر دم امیدوار ہے تیری رحمت کا نور دین و دنیا کی تارکیوں کو دور کرنے والا ہے یہ طاقت تیرے سوا کسی میں نہیں ہے۔

حضرت محمد صاحب کی واپسی سے پہلے یہ خبر مکہ میں پہونچ گئی تھی کہ اہل طائف نے آپ کو شہر میں ٹھہرنے تک نہ دیا۔ اس خبر کو کفار مکہ نے ایک دوسرے سے بیان کر کے باہم مشورہ کیا کہ اب حضرت کو مکہ میں بھی گھسنے نہ دو آپ کو بھی یہ خبر پہونچ گئیں اور حضرت مکہ میں داخل ہونے سے سمجھکے آخر اپنے اپنے پرانے واقف کار ہم وطنوں سے کہلا بھیجا کہ تم ہمارے اپنی پناہ میں لے سکتے ہو میں تم کو اپنا دین اختیار کرنے پر مجبور نہیں کرتا لیکن صرف اتنا چاہتا ہوں کہ مجھے کلام الہی سنانے کی اجازت مل جاوے اور وہ کلام

لوگوں کے کانوں تک پہنچ جاوے۔ سب عزیزوں اور دوستوں نے نہایت سنگدلی سے پناہ دینے میں بالکل انکار کی۔ لیکن ایک عرب جسکا نام مطعم بن عدی تھا غیر تہمی اور وطنی ہمدردی کے جوش میں آکر باوجود اختلاف مذہب کے امان دینے پر آمادہ ہوا اور اپنی قوم کو اس بے جیتی پر شرمندہ کر کے کہا اے ہموطنو کیا یہ شرافت کا شیوہ ہے کہ ایک شریف النسل بھائی کے ساتھ اس قدر بے دردی کریں کہ اوسکو اپنے گھر میں بھی نہ آنے دیں پھر اوسنے سنادی کرا دی کہ اے قوم قریش سنلو کہ آج سے میں نے محمد صاحب کو اپنی پناہ میں لیا ہے اب جو اوسکا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے یہ کہہ کر مطعم اور اوس کے خاندان کے لوگ آنحضرت کو اپنی نگہبانی میں لے آئے۔

آپ نے درخواست کی کہ مجھے تھوڑی دیر کے لیے حرم کعبہ کی زیارت اور اوس کے طواف کی اجازت ملے۔ اون خداترسوں نے حضرت کو رہان پہنچا دیا اور جب تک آپ بیت اللہ کا طواف کرتے رہے وہ خداترس ہموطن آپ کی حفاظت کرتے اور بھیڑ گورو کے رہی کہ آنحضرت پر کوئی حملہ نہ ہونے پاوے۔ طواف کعبہ کر کے آپ گھر کو تشریف لے گئے اور جب پھر وعظ کرنے نکلے تو لوگوں نے اوس روز حضرت کے ساتھ مطعم کو بھی برا بھلا کہا حضرت کے اخلاق اور ہمدردی نے یہ گوارا نہ کیا کہ مطعم کی پناہ میں رہ کر اوسے بھی ہموطن خلاق کرائیں۔ دوسرے روز اپنے باہر آ کر باواز بلند کہہ دیا بھائیو اب میں مطعم کی پناہ میں نہیں ہوں میری جاسے پناہ میرا خدا ہے اوسکی پناہ اور نگہبانی میرے لیے کافی ہے کوئی شخص میری وجہ سے مطعم کو نہ ستاے۔

آپ عظم کی پناہ سے ٹککر بالکل نڈر دین حق کے پھیلائے میں رات دن کوشش کرتے
اور جان ہتھیلی پر لیے پھرتے تھے مشرکین سے بھی جہان تک ہو سکتا تھا ایذا دہی میں
کوئی کسر نہ رکھتے تھے اور انھوں نے زیادہ تر یہ کوشش شروع کی کہ کوئی نیا آدمی حضرت
سے ملنے اور آپ کی بات نہ سننے پاوے۔

اول ایام میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس سے صداقت کی قوت کا ایک موثر سبق
حاصل ہوتا ہے۔ ایک شخص طفیل بن عمرو قبیلہ دوس کا سرور رئیس کسی کام کے لیے
اپنے شہر سے مکہ میں آیا روسا رکھ اور سکے استقبال کو گئے اثنائے گفتگو میں دین مہری کا
بھی حال کہہ سنایا کہ اوس کی تقریر میں عجب جادو ہے عزیز کو عزیز سے جدا کر دیتا ہے ان
بانوں کو سنکر طفیل کے دل میں ایک مخالفت پیدا ہو گئی اور وہ اس خیال سے کہ حضرت کا
کلام گوشزد نہ ہو جاوے کان بند کرنے کے لیے رونی اپنے ساتھ رکھتا تھا ایک روز اسی
مقام پر اوس کا گزر ہوا کہ حضرت باواز بلند نماز پڑھ رہے تھے۔ قبل اسکے کہ وہ کانوں کو
بند کرے چند جملہ اوس کے کان میں پہونچ گئے جو اپنا کام کر گئے اب ہاتھوں میں کہاں
طاقت تھی کہ کانوں کو بند کر سکے اور دل میں کہاں صبر تھا کہ محبوب کا کلام نہ سننے پر احتیاء
پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت نے نماز ختم کی آپ کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ وہ ان کھڑا
آپ نماز پڑھ کر گھر کو چلے طفیل بھی محبت کے عالم میں ساتھ ہو لیا اوس کا دل بقیاب
تھا کلام پاک کی تاثیر نے قلب میں عشق الہی کی کشش پیدا کر دی تھی۔ حضرت گھر میں داخل
ہو چکے تھے کہ یہ بھی پہونچا اور اندر آنے کی اجازت چاہی داخل ہو تو ہی قد سبز گر پڑا

تاثير حق کا عجب نظارہ تھا ایک معزز سردار قوم ایک غریب بے سروسامان عربی نوجوان کو
 قدموں سے آنکھیں ملتا اور پتو آپ کو غلامان غلام کہہ رہا تھا۔ طفیل کے ایمان لانے سے
 باغ اسلام کو ایک تازہ سرسبزی حاصل ہوئی وہ تو دولت ایمان سے مالا مال ہو کر اپنے
 گھر چلے یا اور قریش کے غیظ و غضب کا اب کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ گلیوں میں جاتے آتے
 وقت لوگ کوہے کا ٹوکہ بھر کر آپ کے سر پر الٹ دیتے آپ لاچار گھر کو واپس چلے آتے
 بے چاری فاطمہ زہرا باپ کے سر اور چہرے کو صاف کرتی باب بیٹی کو دیکھ کے اور بیٹی
 باپ کو دیکھ کے آبدیدہ ہوتی مگر اللہ کے بھروسے کا خیال کر کے دل قوی کرتے۔

اسی زمانہ میں ابو بکر صاحب نے اپنی بیٹی عائشہ کی نسبت آپ سے کرنا چاہی آپ نے
 پیاس خاطر اولاد کے نسبت کو منظور کر لیا مگر بصلحت وقت مناکحت کو آئندہ پر ملتوی رکھا
 انھیں ایام میں ایک اویسہ مشکل پیش آئی کہ مکہ کی ایک نیک عورت سودہ بنت زمعہ
 نے خلوص دل سے ایمان قبول کر کے اپنے حسن عقیدت سے شوہر کو بھی مسلمان کیا تھا
 اور جب زیادہ مظالم ہونے لگے تو یہ بڑھیا بھی اپنے شوہر کے ہمراہ ملک حبش کو ہجرت کر گئی تھی
 کچھ دنوں کے بعد وہاں اس کا شوہر مر گیا نہایت بے کس ہو گئی کوئی خدا کا بندہ اس پر
 رحم کھا کر وطن میں لے آیا اس نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی
 کہ مجھ کو اپنے ازواج میں داخل کر لیجئے آپ اس سے پہلے حضرت عائشہ کی نسبت منظور
 کر چکے تھے مگر سودہ نے استعراصر کیا کہ انکار کرنا مشکل ہو گیا اول تو اس نیک بی بی
 اور اس کے شوہر کے اسلامی حقوق قابل لحاظ تھے دوسرے انبیاء سابقین کی نظیر

ایسی تھی کہ انکار نہیں ہو سکتا تھا۔ تیسرے سودہ نے صاف کہہ دیا تھا کہ میری عمر شادی کے قابل نہیں ہے لیکن میں چاہتی ہوں کہ آپ کی زوجیت کا شرف حاصل ہو جاوے۔ آخرش بہت سی قیل و قال کے بعد سودہ آپ کی زوجیت میں آگئی۔

انہیں ایام میں ایک روز حسب معمول حضرت محمد صاحب آئے ہوئے تاجروں کو سر بازار و غلط نصیحت سنارہے تھے کہ مدینہ کے چھ آدمی حضرت سے ملے اور آپ کی سچائی بھری تقریر سن کر خلوص دل سے مسلمان ہو گئے اور وطن کو مراجعت کر کے اہل مدینہ کو یہ خبر پہنچائی کہ کہیں ایک پیغمبر خدا مبعوث ہوا ہے جو برسوں کے جھگڑوں اور فسادوں کو مٹاتا اور خداے واحد و بزرگ کا دین کل دنیا میں پھیلاتا ہے۔

دوسرے سال یہ لوگ اور بھی چند اہل وطن کو لے کر کہہ میں آئے اپنی حضرت کی صداقت اور محبت بھری نصیحت کا یہ اثر ہوا کہ بت پرستی چھوڑ کر سب توحید الہی کے دین میں داخل ہو گئے حضرت محمد صاحب نے ان سے یہ عہد لیا کہ ہم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے ہم چوری زنا فسق و فجور کے پاس نہ پھٹکیں گے ہم اپنی معصوم لڑکیوں کو زندہ درگور نہ کریں گے ہم کبھی جھوٹ نہ بولیں گے اور ایمان داری کے ساتھ پیغمبر کا ساتھ دیں گے۔ اسکے بعد جب وہ مدینہ کو واپس چلے تو حضرت نے ایک معلم دین یعنی شہری اون کے ساتھ بھیجا کہ وہ انہیں دین برحق کی تلقین کرتا رہے۔ نقیب محمدی کا مدینہ میں آنا تھا کہ وہاں اسلام جلد ترقی کرنے لگا۔ انہیں ایام میں کہ اہل مکہ ہر قسم کی مخالفت پر آمادہ تھے حضرت پر کشت الہی کا وہ نورانی واقعہ گذرا جسکو معراج کہتے ہیں۔

۶۲۲ء میں مدینہ کے پچھتر آدمی ایک قافلہ کے ہمراہ مکہ میں پہنچے۔ سنسکرت میں
 حضرت کی عزت میں باریابی سے مشرت ہوئے اور خلوص دل سے اسلام قبول
 کر کے حضرت کو مدینہ چلنے کی صلاح دی اپنے فرمایا کہ میں ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے
 تمکو بھی دشمن تکلیف پہنچائیں لیکن انھوں نے اپنے خلوص عقیدت اور ارادت مندی
 سے حضرت کو ہر طرح پر مجبور کر کے مدینہ چلنے پر راضی کیا اور یہ وعدہ بھی لیا کہ خدا جب
 آپ کو مکہ پر فتحیاب کرے تو بھی ہماری شہر میں قیام رہے حضرت نے انکی اس
 درخواست کو بھی خوشی سے منظور کیا۔ مکہ کا ایک مخبر بھی چھپا ہوا سب معاملہ دیکھ رہا تھا
 اوس نے جا کر قریش کو خبر کی وہ فوراً اہل مدینہ کے تجسس میں چلے مگر اہل مدینہ واپس
 ہو چکے تھے ان کے ہاتھ نہ آئے۔

اب قریش کے ظلم سے تنگ آ کر حضرت نے اہل اسلام کو مدینہ کی طرف ہجرت کر خانیکی
 ہدایت کی اور وہ سب ایک ایک دو دو کر کے روانہ ہو گئے اور آدھا مکہ گویا ویران ہو گیا
 اسوقت قریش نے طیش میں آ کر مکہ کے دار الندوہ میں جو اون کا کیٹی گھر تھا جمع ہو کر
 قتل محمد صاحب کی تدابیر پر غور کیا تمام سرداران قوم جمع تھے۔ اتنا جم غفیر اس سے
 پہلے اس مطلب کے لیے کبھی نہیں ہوا تھا مختلف مباحث کے بعد یہ رائے قرار پائی
 کہ سب قبیلوں کے لوگ ملکر ایک ساتھ محمد صاحب پر حملہ کر کے قتل کر ڈالیں تاکہ اونکی
 اہل قبیلہ ہر شخص سے انتقام نہ لے سکیں۔ اس رائے کو سب نے بہت پسند کیا اور
 شام ہی سے حضرت کے مکان کا محاصرہ کر لیا گیا آپ کو بھی اس خفیہ تدبیر سے آگاہ ہی ہو گئی

علی مرتضیٰ کو اپنے بستر پر لٹا کر تاریکی شب میں ذات الہی پر بھروسہ کر کے دشمنوں کی آنکھ پر کھڑے نکل کھڑے ہوئے۔ آپ نے ابو بکر صاحب کو بھی ساتھ لے لیا اور راتوں رات شہر سے باہر نکلا۔ ایک غار میں پناہ لی۔ قریش کو ہنگام صبح خبر ہوئی ہر چند تلاش کیا حضرت کو نہ پایا۔ آپ نے غار سے نکلا۔ بھید شکل دوا و منٹ بہم پہنچاے اور مدینہ کو روانہ ہو کر منزل قبا میں جو بیرون مدینہ ہر قیام فرما ہوئے وہاں علی مرتضیٰ بھی حضرت سے آنے لے

۱۶ ربیع الاول روز جمعہ مطابق ۲ جولائی ۶۲۲ء کو حضرت محمد صاحب شہر مدینہ میں داخل ہوئے تمام اہل مدینہ حضرت کی پیشوائی کو حاضر تھے ہر شخص چاہتا تھا کہ ہمارے وہاں قیام فرما دیں آپ نے اوٹنی کی مہار کو چھوڑ رکھا تھا کہ جہاں یہ بیٹھ جاوے وہاں میرا قیام ہوگا۔ مدینہ کے کوٹھن پر مرد و عورت بڑے بچے آپ کی زیارت کو کھڑے ہوئے حتیٰ آپ مشتاقانِ جمال کا سلام لیتے ہوئے چلے آ رہے تھے آخر وہ اپنی ایک غریب شخص کے گھر آکر بیٹھ گئی جس کا نام ابو ایوب انصاری تھا۔ وہ مہبت حضرت کا اسباب اٹھا کر اپنے گھر لے گیا اور خوش نصیبی پر نازان تھا۔

سب سے اول مدینہ میں پہنچ کر آپ نے ایک عبادت گاہ بنانے کا قصد کیا اس کام کیلئے وہ زمین جہاں اوٹنی بیٹھ گئی تھی پسند کی گئی۔ وہ زمین دو تہیم بچوں کی تھی اون کو قیمت زمین دیکر جبکہ وہ اپنی خوش اعتقادی سے نہ لیتے تھے کام شروع کیا گیا خود حضرت بھی مسجد کو بناتے تھے اور بہت جلد ایک سیدھی سادھی مسجد تیار ہو گئی حضرت محمد صاحب اوس میں کھڑے ہو کر وعظ فرماتے تھے ایک دفعہ آپ نے خیرات کو اس طرح بیان کیا کہ انسان کو

پوشیدہ طور پر نیکی اور خیرات کرنا چاہیے اس طرح کہ اگر داپنے ہاتھ سے دیا جاوے تو بائیں ہاتھ کو
 خیر نہ ہو۔ انسان سے محبت لانا یہ بھی خیرات ہی کسی کو نیک کام کی ہریت کرنا بھولے کو راستہ
 بتانا۔ اندھے کی مدد کرنا۔ رستہ میں سے پتھر اور کانٹوں کا اٹھا ڈالنا۔ پیاسے کو پانی پلانا
 یہ سب خیرات ہی۔ ہمدردی نوع انسان انسانوں کی سچی دولت ہے جب انسان مرجاتا ہی
 تو لوگ دریافت کرتے ہیں کہ وہ کتنی دولت چھوڑا مگر فرشتے اس سے موت کے بعد یہ
 پوچھتے ہیں کہ تم نے دنیا میں کیا کیا نیک کام کیے ہیں۔ حضرت کی نیک اور موثر تعلیم کو
 سنکر مدینہ کے بہت سے یہودی اور نصرانی بھی ایمان لے آئے۔

حضرت عائشہ کو محمد صاحب سے منسوب ہوے دو برس ہو چکے تھے مگر آپ بخیا لات چند
 متائل تھے آخر کار ابو بکر صاحب کے پاس خاطر اور اصرار سے آپ نے سناکت اختیار کی اور
 مسجد کے قریب دو گھر علیحدہ علیحدہ بنادیے جن میں سودہ اور عائشہ رہنے لگیں۔

اسکے تھوڑے ہی دنوں بعد حضرت نے اپنی پیاری بیٹی فاطمہ زہرا کا عقد علی رضی سے کر دیا
 اس وقت جناب فاطمہ کی عمر پندرہ سال کی اور حضرت علی کی عمر بائیس سال کی تھی۔

یہ شادی بہت سادہ طور سے ہوئی اس میں کچھ دنیوی شان و شوکت زیادہ نہ تھی جو جہیز

کہ حضرت نے اپنی پیاری اور عزیز دختر کو دیا وہ یہ تھا۔ دو ازار۔ ایک چکی۔ دو مٹی کے

گھڑے۔ ایک مٹی کا لوٹا۔ ایک بستر۔ حضرت علی نے اپنی زرہ بچکے دوستوں کی ضیافت کا

سامان مہیا کیا اور آنحضرت صلم نے بہت خوشی سے اسکا انتظام کیا۔

حضرت محمد صاحب کی خانہ داری بہت سادہ طور پر تھی حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ آنحضرت کثر

جو کی روٹی کھاتے اور کھانا ساکل کو اپنے سامنے سے اٹھا دیتے تھے۔

حضرت کی نیک تعلیم اور عطا نصیحت نے رفتہ رفتہ قبولیت عام حاصل کرنی لوگ دینی کاموں کے علاوہ دنیوی کاموں میں بھی حضرت کو اپنا سردار سمجھ کر رجوع کرنے لگے آخر کار یہ نوبت پہنچی کہ حضرت نے کل اہل مدینہ کیا مسلمان کیا یہودی کیا نصرانی سب کو جمع کر کے اون سے عہد و پیمان لیا کہ وہ سب لوگ اپنے آپ کو ایک قوم سمجھیں اور جو اون میں سے ایک کی بھی مخالفت پر آمادہ ہو اور اسکے سب خلاف ہو جو دین اور جس کسی کے حقوق جسکے ذمہ ہوں وہ ادا کرے اور اگر کوئی ایسا جھگڑا یا فساد برپا ہووے جو آپس میں سلجھ نہ سکے تو اسکی نسبت پیغمبر خدا کی طرف رجوع کریں اور وہ جو فیصلہ کرے اسے سب مانیں۔ حضرت کی اس تجویز کو یہود اور نصرانیوں تک نے بہت خوشی سے تسلیم کیا اور سب کے ساتھ ایک باقاعدہ معاہدہ تکمیل پا گیا۔ اس وقت مدینہ میں ایک بار سوخ یہودی عبداللہ بن ابی تھا۔ اسکو مدت سے یہ آرزو تھی کہ میں مدینہ کا سردار یا بادشاہ مقرر ہوں لیکن جب یہ ایک کو حضرت محمد صاحب کی طرف رجوع دیکھا تو مخالفت پر آمادہ ہو گیا کفار مکہ کو مدینہ کے واقعات سے مطلع کر کے عداوت اور جنگ پر ابھارا اور مدد کا وعدہ کیا۔

ماہ رجب سلسلہ ہجری مطابق ۶۲۳ء کو مدینہ میں یہ خبر پہنچی کہ کفار مکہ اہل اسلام کی تباہی اور بھگنی کے واسطے مکہ میں لشکر گران ترتیب دے رہے ہیں۔ انھیں ایام میں قریش کا ایک عظیم الشان قافلہ جسکا سرگروہ سفیان تھا شام سے مکہ کی جانب واپس ہوا اور یہ منسوبہ قرار پایا کہ وہ قافلہ شمال سے حملہ آور ہو۔ اور جنوب کی طرف سے اہل مکہ حملہ کریں

اور یہ کارروائی اس ہتھام سے ہو کہ آئندہ کے لیے اہل اسلام کا نام و نشان تک باقی نہ رہے
 اس خبر نے مسلمانانِ مدینہ کو نہایت متوحش کر دیا تھا وہ اپنا گھر بار چھوڑ کر غیر وطن میں
 آپڑے تھے اسپر بھی اونکو اس نصیب نہیں تھا اذکوا اپنے بچوں اور ناموس کا بہت زیادہ خیال
 تھا اور حیران تھے کہ آخر ہمارا کیا قصور ہے جسکے عوض ہم پر یہ ظلم و ستم روا رکھا جاتا ہے یہی نہ
 کہ ہم ایک خدا کی پرستش کرتے ہیں اس میں غیر کیا ہرج ہے۔ آخر ایسی اور خوف سے تنگ آکر
 اونکے دلیں بھی مارنے مرنے کا ولولہ پیدا ہو گیا مصمم قصد کر لیا کہ ہم بھی اب کہیں بھاگ کر
 نہ جاویں گے ہم اپنے دین پر۔ اپنے بال بچوں پر۔ اپنی صداقت پر۔ دشمن سے لڑیں گے
 اور سرکٹوائیں گے۔ یہ دل میں ٹھان کر پہلی تدبیر یہ سمجھ میں آئی کہ اس قافلہ کو جو شام
 سے آ رہا ہے اور شام سے حملہ درہونے والا ہے روک دین تاکہ اہل مکہ سے ملکر اونکی
 قوت دو گنی ہونے پاورے اس تجویز پر آمادہ ہو کر ۳۱۴ دلی چلے مسلمان اپنے گھروں سے
 جانیں تھیلیوں پر رکھ کر نکلے ہر چند اس تدبیر کو مخفی رکھا تھا مگر ابوسفیان سردار قافلہ
 کو بھی خبر لگ گئی کہ مسلمان بھی مارنے مرنے پر تیار ہو بیٹھے ہیں۔ اوسنے فوراً مکہ کو سوار
 دوڑاے وہاں خبر پہونچنے کی دیر تھی کہ ایک نہر بہادر جنگی جوانوں کو ساتھ لیکر ابوہل
 چڑھ دوڑا۔ مگر اون کے آنے سے پہلے ابوسفیان اور راستہ سے اپنا قافلہ نکال بیگیا
 اور ابوہل کو خبر کر کے واپس طلب کیا مگر ابوہل نے واپس ہونا پسند نہ کیا اور کہا کہ
 جب تک میں محمد صاحب کا نام صفی ہستی سے شانہ و دن کا تب تک واپس نہیں ہونگا۔
 غرض ابوہل اس طرح شیخیان مارتا ہوا مقام بدر میں آ پہونچا۔ جہاں مسلمان خیمہ لگا کر ٹپڑے تھے

حضرت محمد صاحب نے درگاہ کبریا میں سر بسجود ہو کر دعا کی بارالہا تو ضعیفوں کا مددگار۔
 بلیسوں کا غمخوار شکستہ دلوں کا سہارا دینے والا ہے۔ اگرچہ تھوڑے سے مسلمان بھی ان
 دشمنوں کے ہاتھ سوائے گئی تو پھر وحدانیت کے ساتھ تیری عبادت کرنے والا کوئی بھی نبی نہیں رہے گا
شکر مخالفت سے تین جوان نکلے اور اپنا حریف طلب کیا اور ہر سے
 حمزہ۔ اور علی۔ اور عبید اللہ ان کے مقابلہ کو نکلے اور سخت لڑائی کے بعد حریفوں کو قتل کر کے
 نعرہ تکبیر بلند کیے۔ ابو جہل نے اپنے سرداروں کو قتل ہوتا ہوا دیکھ کر کیا رکی سخت
 حملہ کا حکم دیدیا اور لڑائی بڑے زور شور سے ہونے لگی۔ اہل مکہ کے پاس ول کو کثرت
 سے لشکر اور ہر طرح کا سامان جنگ موجود تھا اور بے چارے مسلمان پوچھی مسافر نہایت
 شکستہ حال مگر صداقت کے زور سے اونکا دل قوی تھا اور دن جاڑا بہت سخت تھا۔
 آسمان پر بادل گھر رہا تھا چاروں طرف کالی گھٹا کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ہوا سبکو
 اڑا رہی تھی۔ بجلی کی کڑک سے دل دہلے جاتے تھے۔ گویا کارکنان قدرت بھی
 مظلوموں کی طرف سے لڑنے کو آئے تھے۔ آخر ش قتل عام کے بعد کفار کا سردار ابو جہل
 مارا گیا میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ باقی ماندہ قریش گرفتار کر لیے گئے۔ جنہیں سے
 صرف دوا سے ظالم اور خونی تھے کہ جنکا چھوٹنا سیکڑوں بندگان خدا کی خونریزی کا
 باعث تھا۔ اسلئے وہ ملک کے قواعد جنگ کے مطابق قتل کیے گئے۔ باقی سب قیدیوں کا
 خون معاف کیا گیا مختلف شرائط پر چھوڑ دیے گئے بعضوں سے تاوان لیا گیا بعضوں نے
 وعدہ کیا کہ ہم کبھی مسلمانوں کے خلاف سر نہ اٹھاویں گے۔

اس لڑائی میں کچھ عالم بھی گرفتار ہوئے تھے وہ اس شہر پر رہا کیے گئے کہ مدینہ میں کچھ دنوں تک
اہل اسلام کے لڑکوں کو پڑھائیں اور پھر کچھ عرصہ کے بعد وطن کو واپس چلے جائیں۔
اس طرف مسلمانوں کو یہ تاکید کی گئی کہ اون کو قیدی نہ سمجھیں بلکہ برادرانہ برتاؤ رکھیں حیلان
قیدیوں میں سے چھوٹ کر مکہ آتے تھے تو اہل اسلام کی نسبت وہ یہ رائے ظاہر کرتے کہ خدا
اونکا بھلا کرے وہ ہمکو ساری دیتے اور خود پیادہ چلتے ہمکو گھوڑوں کی روٹی کھلاتے اور خود
کھجور دن پر گزارا کرتے تھے۔

مال غنیمت باٹتے وقت کچھ جھگڑا ہوا تھا جسکو حضرت نے عادلانہ تقسیم سے فوراً فرو کر دیا
اور یہ دستور پایا کہ پانچواں حصہ غنیمت کا راہ ضامین غریبا اور یتیموں کے واسطے انحضرت
کے پاس جمع کر دیا جاتا اور باقی سب برابر برابر تقسیم ہو جاتا۔

اس واقعہ سے قریش کی عداوت اور بڑھ گئی ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت بیرون مدینہ
سبزہ زار میں آرام فرماتے ایک قریش کا اوسطر سے گذر ہوا دل میں ٹھان لیا کہ سوئی
میں سر جدا کر دینا چاہیے جب نزدیک پہنچا تو خیال کیا کہ خالی ہاتھ اور بغیر ہتھیار میں
بیدار کر کے قتل کرو چنانچہ جگا کر تلوار بلند کی اور کہا اب تیرا بچا نیوالا کون ہے حضرت محمد صاب
نے اونگلی سے اشارہ کر کے کہا وہ ذات پاک۔ یہ بات سنکر قریش کا ہاتھ تھر تھرا گیا
اور تلوار چھوٹ گئی حضرت نے جھپٹکر تلوار اٹھالی اور فرمایا کہ اب تمھارا بچا نے والا
کون ہے اونے کہا کوئی نہیں۔ آپ نے فرمایا اے کمبخت کہو وہی اللہ اور ہمیشہ اوس کی
ذات پر بھروسہ رکھو۔ یہ کہہ کر اوسکی تلوار اوسکو دیدی اوسوقت وہ خلوص سے مسلمان ہو گیا۔

اوی زمانہ میں حضرت عثمان کی بیوی رقیہ کا انتقال ہو گیا عمر صاحب نے عثمان سے کہا کہ تم میری بیٹی حفصہ کے ساتھ عقد کر لو۔ لیکن حفصہ ایسی تیز فراج اور دشت خوتھیں کہ کوئی اون سے نکاح کرنے پر راضی نہ ہوتا تھا اس وجہ سے حضرت عثمان نے بھی انکار کر دیا جس سے عمر صاحب کو بہت رنج پہونچا اور حیران تھے کہ اپنی بیٹی کا رشتہ کس سے اور کہاں کریں آخرش اونھوں نے اپنی درو پھرے دے حضور کیندت میں درخواست کی اور اس قدر اصرار کیا کہ چار و ناچار حضرت کو جناب حفصہ سے نکاح کرتے ہی بن پڑا۔

بدر کی شکست سے ابوسفیان بہت ناوم تھا گھر سے باہر نکلنا ترک کر دیا لیکن اوسکی زوجہ بنت اوسکو دن رات ابھارتی رہتی تھی کیونکہ اوسکا باپ چچا اور بھائی بدر کی لڑائی میں مارا گیا تھا آخرش اوسکی طعن و تشنیع نے ابوسفیان کو پھر ابھارا وہ تین ہزار قریش کو آمادہ نبرد کر کے مکہ سے باہر نکلا انہیں سے سات سو جنگ آزمودہ سوار تھے جنکا سردار خالد بن ولید تھا باقی دو ہزار تین سو پیادہ فوج تھی جنکا افسر عکرمہ بن ابی جہل تھا۔

یہ خبر حضرت کو پہونچی اپنے اصحاب سے مشورہ کیا سن لوگوں کی رائے تھی کہ مدینہ میں محصور ہو کر دشمن کے حملہ کو روکیں اور نوجوانوں کی رائے تھی کہ ہم کھلے میدان میں اون سے مقابلہ کریں گے آخرش نوجوانوں کی رائے کو غلبہ رہا اور ایک ہزار کی جمیٹ لشکر اسلام باہر نکلا جنہیں سے تین سو یہودی تھے۔ چونکہ یہودیوں پر کافی بھروسہ نہ تھا اسلئے وہ واپس کر دیے گئے اور کل سات سو مسلمان رہ گئے۔ ان بے سروسامان پر دیسیوں غریبوں کے پاس صرف دو گھوڑوں کے سوار اور کچھ لوگ تیر انداز تھے۔

غرض اس فوج اسلام نے مدینہ سے چھ میل آگے بڑھ کر حد کی پہاڑی پر قیام کیا اس طرف
 سے دشمن نے بھی آکر مقابلہ میں خیمہ ڈال دیا جب صبح کو مسلمان نماز سے فارغ ہوئے
 دشمن کی اس قدر جمعیت دیکھ کر گھبرائے مگر حضرت نے ایک آزمودہ کار سپہ سالار کی طرح
 لشکر کو ترتیب دیا تاکہ دشمن کی سیطرف سے بھی بے کھٹکے حملہ نہ کر سکے تیر اندازوں سے
 کہہ دیا خواہ کچھ ہی ہو تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا اور مسلمانوں کو منع کیا کہ تم حملہ میں سبقت نہ کرنا
 اور ذات خدا پر بھروسہ رکھنا جب دشمن تکو مارنے میں سبقت کرے تو تم اونکے حملوں
 کو روکنا اور حفاظت کے تمام ذرائع کام میں لانا انحضرت قریش نے صف آرائی کر کے
 بے تحاشا ایک سخت حملہ کر دیا مسلمانوں نے باوصف قلت جمعیت کے اس حملہ کو خوبے کا
 گھمسان کی لڑائی ہوئی آخر کار مسلمان غالب ہوئے لشکر کفار کو پسا کر دیا لیکن۔
 تیر اندازوں نے حضرت کی ہدایت کے خلاف اپنی جگہ کو لوٹ کی طمع میں چھوڑ دیا۔
 جس سے خالد کو بے کھٹکی حملہ کر دینے کا بہت اچھا موقع مل گیا اوسنے لشکر اسلام کی پشت
 سے ایک دفعہ اپنے رسالہ کو اچانک حملہ کر دینے کا حکم دیدیا خالد کی اس کارروائی
 سے مطلع ہو کر بھاگے ہوئے کفار بھی لوٹ پڑے۔ اب یہ تھوڑے سے بے سرو سامان
 مسلمان بیچ میں آگئے بہت کچھ اس حملہ گران کورد کا مگر کہاں تازہ دم سواروں کا رسالہ
 کہاں تھکے ماندے غریب بے سرو سامان پیادہ مسلمان آخر کار بہت سے اسلامی بہادری
 حضرت حجاج امیر حمزہ بھی شہید ہوئے اوسوقت سب مسلمان بدحواس ہو کر منتشر ہو گئے صرف
 حضرت محمد صاحب اور علی رضی میدان جنگ میں ثابت قدم رہے۔

علی مرتضیٰ نے اس نازک حالت میں نہایت شجاعت اور استقلال کے ساتھ دشمنوں کو
 آنحضرت کے قریب آنے سے روکا اور لڑتے بھڑتے اپنی لشکر گاہ تک آگئے۔ انواہی پڑی
 اڑ گئی تھی کہ محمد صاحب شہید ہو گئے لیکن جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ حضرت بخیریت ہیں
 واپس آنے لگے۔ لڑائی کے بعد ہندہ زوجہ ابوسفیان میدان میں آئی اور اسے امیر حمزہ
 کی لاش کے ناک کان کاٹے اونکا جگر نکال کر چھپایا اس لیے کہ اس کے عزیز واقربا جنگ
 میں امیر حمزہ کے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔ جب قریش بھی اپنے خیمہ گاہ کو چلے گئے
 تو حضرت مع اصحاب کے میدان میں آئے اور اپنے چچا حمزہ کی لاش کو دیکھ کر بہت منموم
 ہوئے پھر اپنے سب مسلمانوں کی تجہیز و تکفین کی۔ ابوسفیان نے اپنے میں بار دیگر
 تاب مقابلہ نہ پا کر مکہ کو واپسی اختیار کی اور ایک سال کے بعد مسلمانوں سے صلح کر لی۔
 جنگ احد کے بعد قبیلہ بنی نضیر کے یہودیوں نے دوستی کے پردہ میں مسلمانوں کو تباہ کرنیکی
 تدبیر نکالی دعوت کے بہانے سے حضرت کو بلایا آپ مع اصحاب کے تشریف لے گئے انھوں نے
 ایک کہنہ دیوار کی اوٹ میں فرش بچھایا حضرت کو اصرار کر کے اس جگہ بھایا مگر کسی خبر
 سے حضرت کو بھی یہ راز معلوم ہو گیا کہ وہ دیوار گرا کر سب کا کام کرنا چاہتی ہیں آپ فوراً
 وہاں سے اٹھ کر کسی سے کچھ نہ کہا اور جنگل کی طرف چلے گئے سمجھے کسی ضرورت سے جاتی ہیں
 لیکن آپ ان کے دائرے سے نکل گئے کچھ دیر انتظار کر کے اصحاب بھی چلے آئے۔
 مسلمانوں نے اس شرارت کو معلوم کر کے یہودیوں سے بدلہ لینا چاہا وہ تاب مقابلہ نہ لکر
 بعض بلک شام کی طرف اور بعض قلعہ خیبر کی طرف چلے گئے ان کا مال و اسباب سب لوٹ کر ہاتھ

لیکن حضرت نے حکم دیا کہ یہ مال طاباب راہ خدا میں غریباورساکین کو تقسیم کیا جاوے
کیونکہ جو مال بغیر جہاد کے ملے اوس میں مسلمانوں کا کچھ حق نہیں ہے۔

اس واقعہ سے یہود جو پہلے پو خیرہ جو یمن کرتے تھے اب کھلم کھلا عداوت پر آمادہ ہو گئے
اسی زمانہ میں ایک اور دشمن نے منہ دکھایا یعنی قبیلہ بنو المصطلق کے لوگوں نے اپنی بادشاہ

حارث کی سرکردگی میں مسلمانوں پر چڑھائی کی حضرت کو جب معلوم ہوا تو چیدہ چیدہ ہمار
اور پیادہ بھیجے انھوں نے پہونچکر راہ میں حارث کو شکست دی وہ بہت مشکل سے جان بچا کر

بھاگ نکلا اوسکی فوج کے کچھ آدمی اسیر ہوئے اور حارث کی دختر بھی اسیری میں آئی۔

جسکا نام جویریہ بنت حارث تھا اور گرفتار کنندہ اوسکا ثابت ابن قیس تھا یہ سب قیدی

رسم و رواج ملک کے مطابق تمام فوج کی غلامی میں تقسیم ہو گئے۔ جویریہ نے اپنی کنیزی

کو ننگ عار بھرتا ثابت ابن قیس سے یہ قول و قرار لیا کہ اگر وہ ایک معقول رقم تاوان کی ثابت

کے حوالہ کر دے تو کنیزی سے آزاد ہو جاوے ثابت نے اس بات کو بخوشی منظور کر لیا لیکن

اوس بیچاری قیدان سے یہ رقم کیونکر ادا ہوتی تھی آخر میں اس نے حضرت کی خدمت میں پہونچکر

اپنا درد دل کہہ سنایا آپ کا دل اوسکی یہ حالت دیکھکر بھر آیا اپنے پاس سے کل رقم تاوان

کی ثابت ابن قیس کو دیکر جویریہ کو آزاد کرا کے عزت و حرمت کے ساتھ اس کے والدین

کے گھر بھیجوا دیا۔ اس اثنا میں جویریہ کا باپ بھی بہت سال و زریں اپنی بیٹی کے آزاد

کرا نیکو آیا اس نے خدمت میں پہونچکر حضرت کا حسن اخلاق ملاحظہ کیا۔ اور جو سلوک کی

غیبت میں اوسکی لڑکی سے کیا گیا اوسکا حال شکر اوس کے دل پر بے انتہا اثر ہوا وہ لڑکی کو

کمرانے آیا تھا۔ مگر اب خود حضرت کی غلامی میں داخل ہونا باعث افتخار سمجھا حضرت کے
 پانوں پر گر پڑا اور نہایت خوشی اور رضا و رغبت سے دین اسلام قبول کیا اور سکا تمام خاندان
 بھی مسلمان ہو گیا۔ عارضات نے یہ بھی خواہش کی کہ ہمارے لیے سب سے بڑی دولت تو دین اسلام
 ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی آرزو ہے کہ بندہ زادی کو زمرہ کنیزان میں داخل کرنا
 قبول فرمایا جاوے حضرت ابھی تامل میں تھے کہ یہ درخواست منظور کی جاوے یا نہیں
 اتنے میں یہ خبر تمام لشکر میں اڑ گئی کہ شاہزادی جویریہ حضرت کی زوجیت میں آگئی۔ اس
 خبر کے اڑتے ہی لوگوں نے اون تمام قیدیوں کو جو کہ جویریہ کے اہل قبیلہ سے تھے آزاد کر دیا
 حضرت کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اب انکار کرنا نامناسب تھا جویریہ کو زوجیت کا شرف
 بخشا گیا اس نکاح کی خیر و برکت یہ ہوئی کہ تمام قبیلہ بنو المصطلق دینِ ثلاث چھوڑ کر مسلمان ہو گیا
 اس غزوہ بنو المصطلق کے ساتھ ایک اور بھی واقعہ پیش آیا جسکو قصہ افک کہتے ہیں یعنی
 اس لڑائی میں آنحضرت کے ساتھ حضرت عائشہ بھی تھیں جب قافلہ واپس ہونے لگا
 تو حضرت عائشہ بھی اونٹ کے قریب سوار ہونے کو تشریف لائیں اسوقت اونکو یاد آیا
 کہ میں اپنا ہار جہان ٹھہری تھی بھول آئی ہوں اسکو لینے چلی گئیں شہربان نے اون کو
 اونٹ کے پاس سے جاتے ہوئے نہ دیکھ کر یہ خیال کیا کہ سوار ہو چکی ہیں اونٹ کو ٹہرا دیا
 کیونکہ سب قافلہ چل چکا تھا حضرت عائشہ کو ہار ڈھونڈنے میں ذرا دیر لگی جب واپس
 آئیں اونٹ کو نہ دیکھ کر پریشان ہوئیں سر راہ بیٹھ گئیں اور فکر مند تھیں حضرت کو لشکر
 میں کچھ لوگ اس کام پر مامور تھے کہ ہمیشہ قافلہ کے بعد گری پڑی چیزوں کو دیکھ کر چلا کریں

اور سرداران سب کے ایک مرد من حضرت کے صحابی صفوان رضی اللہ تعالیٰ تھے جب وہ اپنے وقت
 مقررہ پر روانہ ہوئے حضرت عائشہ کو سراہہ فکر مند بیٹھا ہوا دیکھا فوراً ناقہ سے اتر پڑے اور نکر
 سوار کر کے خود مہارنا قہ تھا مگر مثل ساربان کے پیادہ پا چلے اور قافلہ سے جلے خبیث ^{طن} لبا
 لوگوں نے جنکے دل ہمیشہ ناپاکی سے بھرے رہتی ہیں حضرت عائشہ پر بہتان باندھی حضرت بھی
 بمقتضائے بشریت فکر مند ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بے اصل بہتان کی غلطی کو حضرت پر
 ظاہر کر دیا آپ نے قانون شرعی کے مطابق اتہام لگانے والوں کو اسی ضرب زبانی کی سزا کا حکم دیا۔
 ابوسفیان نے جو سال بھر کی مہلت حاصل کی تھی اس زمانہ میں اس نے ہر ایک سردار قبیلہ کے
 پاس جا کر اذکار اپنی معاونت پر آمادہ کر لیا میعاد صلح کا ختم ہونا تھا کہ وہ دس ہزار شہری دل
 فوج لیکر مدینہ پر چڑھ دوڑا حضرت کو بڑی فکر ہوئی یہاں سامان جنگ کیسا غریب سامان تو کی
 پاس پہنچنے تک کی کپڑے نہیں ہیں۔ آخر سلمان فارسی کی یہ رائے قرار پائی کہ شہر کے چاروں طرف
 کچھ فاصلہ پر ایک خندق کھودوائی جاوے تاکہ دشمن ایک بیک شہر پر حملہ نہ کر سکے۔ اس تجویز
 سب متفق ہو گئے مگر ان بیچاروں کے پاس کوئی سفرینا کی بلٹن تھی جو اس کام کو خوبی
 انجام دیتی بیچارے آپ ہی پھاڑے سنبھال کر کھودنے لگے ہو گئے حضرت بطورائے
 ساتھ کدال لے کر کھودتے تھے۔ ان غریبوں کی حالت قابل تصور ہے دس ہزار فوج مسلح
 جو سراپا غرق آہن ہے مقابلہ کرنا ہی خبر ہے کہ دشمن اب آیا اب آیا خندق کا کام ابھی شروع
 ہوا ہی اس فکر میں کھانا پینا تک بھول گیا کوئی غریب بھجور دن کی ڈکری سے آیا وہ ایک
 دانے منھ میں ڈال لیے اور کام پر لگے ہوئے ہیں اللہ اشکر کے خندق کی کھدائی ختم ہوئی

آن پہنچا جون توں کر کے تمام شہر کے مسلمان بھی گرتے پڑتے تین ہزار تک ہو گئے اور
 دشمن کے مقابلہ میں آجے۔ اگرچہ بظاہر مسلمانوں کے پاس کچھ ساز و سامان نہ تھا مگر دلان
 میں ولولہ ایمان اور زور صداقت ضرور تھا آخرش کفار نے یکدم حملہ کر دیا مگر خندق کے
 قریب پہنچکر اون کو رکنا پڑا عمر ابن عبدود اور عکرمہ بن ابی جہل اور حنیفہ بن مسعود جو ان
 خندق کے اس طرف آ گئے اور پکار کر کہا اوکون ہمارا مقابلہ کرتا ہے۔ اس طرف سے حضرت علی
 مقابلہ کو نکلے اور عمر ابن عبدود کو بڑی بہادری سے تہ تیغ کیا بعد اوس کے نوفل ابن عبد اللہ
 کو بھی جو شجاع ترین لشکر کفار سے تھا قتل کیا پھر لڑائی عام طور کی ہو گئی طرفین کے لوگ
 بہت کام آئے عکرمہ بن ابی جہل سردار لشکر کفار بہت زخمی ہوا اور مشکل جان بچائے گیا۔
 کئی روز تک متواتر لڑائیاں لڑنے کے بعد کفار بھاگ نکلی اور میدان جنگ مسلمانوں کی ہاتھ رہا
 اس لڑائی میں قحطیہ بنی قریظہ کے یہود جو مسلمانوں سے مصالحت کا اقرار کر کے کفار قریش
 سے مل گئے تھے۔ لڑائی ختم ہونے پر اون سے جرم بغاوت کی باز پرس کی گئی اور بجز اس کے
 کہ اب وہ اسلام قبول کریں اور کوئی صورت اون سے اطمینان کی نہ تھی۔ اونھوں نے اسلام
 قبول کرنے سے انکار کر کے کہا کہ جرم بغاوت کی سزا جو کچھ سعد ابن معاذ تجویز کریں وہ منظور
 چونکہ تمام سپاہ انبیاؐ گبولہ ہو رہی تھی اور سعد بھی اونکی بغاوت سے ناراض اور آئندہ کیلئے
 غیر مطمئن تھے اس لیے وہ انھوں نے صاف حکم دیا کہ ایسے عہد شکن باغیوں کو ضرور سزا موت
 ملنا چاہیے چنانچہ دو ڈھائی سو آدمی جان سے مارے گئے مگر یہ کہ آنحضرتؐ اس قدر سخت حکم
 نہ دیتے مگر سعد ابن معاذ کا فیصلہ قطعی طور پر قابل تسلیم مان لیا گیا تھا۔ اب اس میں ترمیم ہونا ناممکن

اس مقام پر جو لوگ مسیح سے آنحضرت کا مقابلہ کرتے ہیں۔ وہ بہت غلطی پر ہیں اس لیے کہ حضرت کو ایسے واقعات پیش آئے جن سے اربعین کی حفاظت کیلئے عثمان حکومت بھی اپنے ہاتھ میں لینی پڑی اور یوں بھی حضرت شریف مکہ ہونے کی وجہ سے عرب میں ایسا ذاتی اغراض رکھتے تھے کہ آپ کے خاندان کے آگے تمام ملک کی گردنیں جھکتی تھیں اور اب تو خدا نے خاصی بادشاہت دیدی تھی ایسی حالت میں آپ کی احکام کا مقابلہ ہو سکتا ہی تو خدا ترس بادشاہوں۔ اور فرمانرواؤں سے نہ کسی تارک الدنیا درویش سے۔

کچھ دنوں کے بعد حضرت اور مہاجرین مکہ کو اپنے وطن کی یاد آئی اور حج کا زمانہ بھی قریب گیا تھا ڈیڑھ ہزار آدمی آپ کے ہمراہ چلنے کو تیار ہو گئے۔ سب بغیر ہتھیار تھے اور یہ حکم تھا کہ کوئی ٹہکا خیال بھی دل میں نہ لاوے۔ ان کے آمد کی خبر سنکر قریش ایک بڑی بھاری فوج لے کر راہ میں حائل ہو گئے۔ مسلمانوں نے اپنے آنے کی غرض سے اون کو مطلع کیا مگر اونھوں نے صاف کہلا بھیجا کہ ہم اہل اسلام کو حدود مکہ کے اندر بھی داخل نہ ہونے دیں گے اور اپنی سپاہوں کو حکم دیا کہ جو مسلمان کعبہ کی طرف بڑھے اور سکا سر کاٹ ڈالو بعض بے ادبوں نے حضرت پر بھی ہتھ مارے اور تیر چلائے مسلمانوں کو بھی اون کی بے ادبی پر غصہ آیا اوکسی ایک کفار کو بیکر حضرت کی خدمت میں لے گئے مگر آپ نے ان کو صاف چھوڑ دیا۔ اور پھر قریش کو پیغام دیا کہ ہم لڑنے کو نہیں آئے ہیں ۵ ماہر ای وصل کردن آدمیم نے برائے فصل کردن آدمیم نے آپ نے یہ بھی کہلا بھیجا کہ جو شر الطافم لوگ کرو گے وہ بھی ہم کو منظور ہیں۔ چنانچہ بہت کچھ درود کے بعد سرداران قریش آئے اور ایک صلح نامہ ان شرائط پر تحریر کیا گیا کہ دس سال تک

فریق دوسرے پر حملہ نہ کرے اگر کوئی قریش اپنے سردار کی بلا اجازت مسلمانوں کے پاس
چلا جاوے تو وہ قریش کے حوالہ کیا جاوے۔ اگر کوئی مسلمان قریش سے آکر مل جاوے گا
تو وہ مسلمانوں کو واپس نہ کیا جاوے گا اب مسلمان آگے نہ بڑھیں اور سال آئندہ بنی تھیا
یقین روز کے واسطے مکہ میں آنیکی اجازت ہی۔ اس صلح سے مسلمان شکستہ دل ہو کر مدینہ کو واپس
حضرت محمد صاحب سے پہلے اور بھی پیغمبران اولوالعزم مثل حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام
گزر چکے تھے مگر ان کی نبوت اور آپ کی رسالت میں بڑا فرق یہ تھا کہ وہ صرف اپنی بھائیوں
یعنی بنی اسرائیل کی ہدایت کو اپنا فرض سمجھتے تھے حضرت عیسیٰ کی تمام عمر بنی اسرائیل ہی
کے معاملات میں صرف ہوئی اور حضرت عیسیٰ بھی یہی فرماتے رہے کہ میں بنی اسرائیل
کی بھولی بھٹکی بھڑوں کو راستہ دکھانے آیا ہوں مگر حضرت محمد صاحب نے اس معاملہ میں
تخصیص سے کام نہیں لیا آپ نے بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل کو دونوں کو ایک آنکھ سے
دیکھا بلکہ تمام دنیا کو اپنا بھائی سمجھا اور سب کو یکساں محبت اور درویشی کے ساتھ پیغام الہی
پہنچا یا شاہ و گدا دونوں کو یکساں دعوت اسلام کی طرف بیدھرک بلایا۔ اس سال
حضرت نے بڑے بڑے بادشاہوں کو دین حق کی طرف مدعو کیا ان میں سے چار نہایت
قابل ذکر ہیں (۱) کسٹر خسرو پرویز شاہ ایران (۲) ہرقل شہنشاہ روم (۳) نجاشی شاہ
ملک حبش (۴) شاہ بنی نعلان۔ ان خطوط کا مضمون بہت سادہ تھا جس کا خاکہ یہ ہے۔
یہ خط محمد کی طرف سے ہی جو امیر کا بندہ اور پیغام پہنچانے والا ہو فلان بادشاہ کی طرف
معلوم ہو کہ میں نے توحید الہی کو دین کو اپنا شعار بنایا وہ ہمیشہ کی سلامتی میں آیا میں نے

اویسی دین و حدانیت کی طرف بلاتا ہوں اگر تم خدائے واحد و بزرگ پر ایمان لاؤ گے تو
دین و دنیا کی سلامتی پاؤ گے۔

شاہ ایران نے حضرت کا نامہ پڑھ کر چاک کر ڈالا جب آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ اگر وہ راہ حق
اختیار نہ کرے گا تو اوسکی سلطنت اس طرح چاک چاک ہو جاوے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

شاہ روم نے حضرت کے قاصد کا بہت اعزاز کیا حضرت کا پیغام تمام دربار میں سنایا اور
دل سے دین اسلام کی خوبیوں پر مائل ہوا مگر ساری قوم کے لحاظ سے یک نخت اپنا
دین نہ چھوڑ سکا بہت سے تحائف حضرت کی خدمت میں بھیج کر سفیر کو عزت و احترام سے واپس کیا۔
نحاشی شاہ حبش نے سفیر محمدی کی بہت تعظیم کی سچے دلی دین اسلام قبول کیا ایک نہایت
میں آباد پاگھوڑا اور چند قابل قدر تحائف حضرت کی خدمت میں روانہ کیے۔

شاہ بنی غسان نے نہایت بے دردی سے حضرت کے سفیر کو قتل کر ڈالا اس واقعہ سے
مسلمانوں کے دلوں کو بہت صدمہ پہنچا مگر خدا نے یہ بدلہ دیا کہ یہی واقعہ فتح دوم شام کا باعث
ہوا چونکہ یہودی ہمیشہ خفیہ اور علانیہ مسلمانوں کی تباہی پر آمادہ رہتے تھے اب انھوں نے
خیبر میں جو مدینہ سے تین چار منزل پر گوشہ شمال و مشرق میں واقع ہے اپنی جمیعت کو
فراہم کرنا شروع کیا۔

خیبر کے علاقہ میں کئی ایک قلعہ تھے ان سب میں مضبوط اور نہایت مستحکم قلعہ مہوص تھا۔
ان سب میں یہودیوں کی ایک کثیر جماعت فراہم ہوئی اور بعض قبائل عرب بھی ان سے
متفق ہو گئے جب مسلمانوں کو خبر ہوئی دیر کرنی مصلحت نہ سمجھے ابتداً محرم ۳۱ھ میں

قلعہ خیبر پر جا پڑھا اور اس قدر جان توڑ کر لڑے کہ یکو بعد گیس ہر ایک قلعہ کو فتح کیا اور بالآخر قلعہ القوس
 علی قنری کی خدا و شجاعت سے فتح ہو گیا یہودیوں کے سران قوم اور نامی ملوان عارث و حرب حضرت علیؓ
 ہاتھ سے ماری گئے۔ اس قلعہ کو فتح ہوتی ہی یہودیوں کی بہت ٹوٹ گئی سب نے حضرت محمد صاحب سعادتی مانگی اور نیک
 سلوک کی خواہش کی حضرت نے ان کی تمام ملکیت واپس دی اور یہ شرط کر لی کہ آئندہ یہ مسلمانوں کو برخلاف
 ستر اٹھائیں گے۔ اسی زمانہ میں ایک یہود نے حضرت کو دعوت کی یہاں کھانے میں زہر دیا جسکو کھاتے ہی حضرت کا
 ایک فیتق مر گیا اور آپ صحت میں بھی فرق آیا لیکن اسکو عورت سمجھ کر آپ کو کچھ نہ کہا اور اپنے قبیلہ میں اس میں چین سے
 رہنے کی اجازت دی۔

جب حضرت محمد صاحب خیبر سے مدینہ واپس آئے تو معلوم ہوا کہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان کا جو نہایت نیک ربا ایمان عورت
 تھی شوہر الی سینا میں مر گیا اور وہ مدینہ آئی ہوئی ہو اسنے خواہش کہ مثل سوہ و حضرت اسکو بھی اپنی زوجیت کا
 شرف بخشین حضرت نے یہ خیال کر کے کہ اس دی میں ابوسفیان سے بہت قریب کا رشتہ قائم ہو جائیگا جو اسکی
 عداوت کو ضرور کم کر دے گا۔ ام حبیبہ کو جو ادھیر عمر کی عورت تھی اور پڑ شوہر سے ایک لڑکی حبیبہ نام کھتی تھی اپنی زوجیت
 میں داخل کر لیا۔

ختم سال کے بعد ایام حج میں آنحضرتؐ سے اپنی ہمارے جرن انصار کے حج کی واسطے تشریف لے گئے اور مکہ میں تین دن قیام کیا
 آپؐ یہ بھی جا ہا اہل مکہ کی ضیافت عہد و پیمان پورا کر نیکی شکر یہ میں کریں مگر انھوں نے کہا ابھی کہ اب تین دن
 پوری ہو چکا آپؐ فوراً شہر سے باہر نکل جا دیں چنانچہ آپؐ نے پیغام سننے ہی شہر سے باہر خدیجیل کے فاصلہ پر قیام کیا
 حضرت محمد صاحب آپؐ کو تابعین نے اس میں ن کو قیام میں اس حسن اخلاق سے اہل مکہ کے ساتھ برتاؤ کیا کہ وہ سب
 دوسرے متاثر ہوئے اور بہت سی اوس وقت مثل خالد بن لید اور عمرو عاص وغیرہ کو مسلمان ہو گئے۔ حضرت نے مکہ میں قبیلہ قریش کی

ایک بڑھیا عورت کی خواہش یہ تھی کہ جب چالیس سال سے زائد تھی اور جبکہ نام مہمونہ تھا بمصلح خیر نکاح کر لیا۔ اس میں ایک بڑی
مصلحت تھی کہ مہمونہ خالد کی بہت قریبی رشتہ دار تھی اس قریبیت سے خالد اس دشمن جانی اور شہور بہادر حضرت کا جان بچا
چونکہ شاہ بنی غسان نے مسلمانوں کو ایچی کو مار ڈالا تھا اس لیے اس کے انتقام لینے کے لیے تین ہزار بہادر مسلمان روانہ کیے گئے
شاہ بنی غسان مذہب عیسائی تھا اسے شاہ روم سے مدد طلب کی اور مسلمانوں سے بہت لڑائی لڑا آخر کار شہر مدینہ کو قریب جو
شام میں واقع ہے میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا لیکن اس میں اس میں مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا۔

اہل مکہ نے جو مسلمانوں سے معاہدہ کیا تھا اس میں یہ شرط تھی کہ قریش مکہ اہل اسلام کو طرفداروں کو نہ سدا دیں اور اہل اسلام قریش
کے طرفداروں سے نہ لڑیں مگر قریش نے اس صلح نامہ کی بالکل مخالفت اختیار کر کے پھر چھپر چھاڑ شروع کی قبیلہ بنی خزاعہ
جو مسلمانوں کا طرفدار تھا اس سے اور قبیلہ بنی بکر جو قریش کا طرفدار تھا باہمی جنگ چھڑ گئی۔ دونوں قبیلہ اپنی اپنی طرفداروں سے
خواہاں لے مارا ہوئی بکر مسلمانوں نے بلحاظ شرط اقرار نامہ کے امداد دہی انکار کر دیا لیکن سحران قریش نے اس
اقرار نامہ کا بالکل خیال نہ کیا جو تامل کافی امداد کو ساتھ خود بھی شامل جنگ ہو گئی تاکہ طرفداران اسلام کو ضعف پہنچا یا جاوے
اس چٹھائی میں بنی خزاعہ پر اس قدر زیادتی کی گئی کہ ان کو حرم محرم کے حدود کو اندر بھی پناہ نہ دیکھی ہر ضیاعھون نے
کہا کہ خدا سے ڈرو اور حدود مکہ کے اندر خونریزی سے باز رہو حرم کعبہ کی عزت میں بٹہ نہ لگاؤ لیکن قریش نے ایک سنی
اور مسلمانوں کو بڑی بے رحمی سے شہید کیا حضرت محمد صاحب کو جب خبر ہوئی تو قریش کے ظلم و تعوی و ہتھکنی اور باغی
حرم کعبہ کی حرمت پر یاد کر نیسے بہت رنج ہوا اور آپ فریاد دیں سے کہہ دیا کہ میں اگر گنہگار ہوں تو خدا میری مدد کرے
آپ کا یہ فرمان تھا کہ اہل اسلام نے جہاد کی تیاریاں شروع کر دیں، اور رمضان المبارک کو اس جنگ کا اعلان کر دیا گیا۔
بہت جلد دس ہزار مسلمان آپ کی ہم رکاب ہو کر مکہ کو روانہ ہوئے اس مقام پر تورت کی وہ پیشین گوئی صادق ہوئی کہ جن
حضرت موسیٰ اور عیسیٰ اور انحضرت کو ظلم کی بشارت دی گئی ہے کتاب استغاثہ باب ۳۱۔ خداوند سینا سے آیا۔ اور

شیخ سید انیر طالع ہوا فالان کی چوٹوں سے وہ جاوہر گہواؤں ہزار قدوسی اسکے ساتھ ہیں اسکے دانہ ہر لفظ میں آشی ہو گیا
 اس پیشین گوئی میں کہ سینا سی آنوالا موسیٰ اور شعیب سے طلوع ہونے والا مسیح ہوا اور فالان سے جاوہر گہواؤں ہزار حضرت
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ فالان نام ہر ملک کے پہاڑ کا جیسا کہ آنحضرت سے پہاڑ کا واقعہ شاعر بیان کرتا ہے یہاں غلط تین ماہ نور
 اندھیرا تھا فالان کی چوٹوں پر ہزار ہزار قدوسی مقصود ہر ہر ایک باطن مسلمان ہیں جو حضرت کی ہر کاتب
 اور آتش شریعت سے مقصود ہر شریعت زبورانی شریعت محمدی ہے جسے دنیا سے کوئی تائیدی کو دور کر دیا اور طرح آگ
 ناپاک چیزوں کو پاک کر دیتی ہے اس طرح آپ کی شریعت نے اہل فطالت و جہالت کو قلوب پاک صاف کر کے
 رنگ کفر و شرک کو بھڑک کر دیا۔ آپ کے اسلام منزین ہو کر رہا ہوا قریب مکہ جا پہنچا اہل مکہ کو لشکر اسلام کی آمد
 فکر ہوئی آخر کار مقابلہ کا سامان شروع کیا لیکن مسلمانوں کی ایسی ہاک بندھ گئی تھی کہ دشمنوں کے ہاتھ پاؤں بھول گئے تھے
 ابوسفیان ایک روز لشکر اسلام کا کوچ لگانے لگا مگر سنے نکلا ایک خیل میں جہاں حضرت کا چڑاؤ تھا پہنچ کر دیکھا کہ سون تاک
 آگ روشن ہے ہر طرف سپاہ اسلام بکھری دکھائی دیتی ہے آخر کار وہ حضرت کی حجاج عباس سے مل کر حضرت محمد صاحب کیندرت میں
 پہنچا اور آپ کا حاصل خلاق دیکھ کر رضا و خیریت مسلمان ہو گیا صبح کو جب حضرت کا لشکر مکہ کی طرف بٹھا ابوسفیان نے سب سے پہلو
 دوڑ کر شہر میں خبر کی کہ میں تو دین اسلام کی صداقت دیکھ کر دوسری مسلمان ہو گیا ہوں بہتر ہے کہ تم بھی بت پرستی چھوڑ دو
 ورنہ آج کوئی قوت لشکر اسلام کو روک نہیں سکتی اس شمار میں حضرت کا لشکر بے خطر ک مدینہ میں داخل ہو نیلا گا کیسے
 روک ٹوک کی مجال نہ تھی مگر عکرمہ بن ابی جہل نے ایک دستہ فوج سے اچانک خالد کے لشکر پر حملہ کیا اور وہ مسلمان
 سپاہی شہید ہو گئے خالد نے تری سے منع کیا کیونکہ بے قوفی سے جان بھرتے ہوئے حضرت کو حکم کی دیر ہو دینا چند
 لمحوں میں ہم کو پیسکر رکھ دینا اس تھوڑی سی ٹھہر میں بھی قریش کے اٹھائیس آدمی ماری گئے اور انھوں نے
 سمجھ لیا کہ مسلمانوں کا روکنا ہماری قوت سے باہر ہے۔

حضرت نے ادنیٰ ہی پر سے خانہ کعبہ کا طواف کیا پھر اندر جا کر تین سو ساٹھ بتوں کو پھڑی کے اشارہ سے گرا دیا اور
ہبل کو جو سب بتوں سے بڑا اور بلند تر تھا آپ کو حکم سے علی مرتضیٰ نوشاہ اقدس پر بلند ہو کر توڑ کر پھینک دیا۔

اہل مکہ سخت سڑکے آج حضرت اپنی مظلومیت کا خوب مقام لین کی کاہنی جاتے تھے اور بعض لوگ شہر چھوڑ کر بھاگنے
لگے تھے لیکن آپ نے فوراً منادی کوادی کہ کوئی مسلمان تلوار نہ پھینچی اور کوئی مکہ کا آدمی گھر چھوڑ کر نہ جاویں میں کسی
بدلہ لینے نہیں آیا ہوں بلکہ میں کسی رحمت و شفقت کرنے پر مامور ہوں میں کسی وہ سلوک کر دے گا جو یوسفؑ نے

اپنی بھائیوں سے مصر میں کیا تھا لیکن جب اون دو مسلمان مقتولین کی لاشیں حضرت کی سامنی پیش کی گئیں
جبکہ عکرمہ بن ابی جہل نے نسبت کر کے حدود مکہ کے اندر قتل کیا تھا تو حضرت کو مقتضای عدل انصاف یہ حکم دینے کی
ضرورت ہوئی کہ عکرمہ قتل کر کے حاکم کیا جاویں۔ حکم سن کر عکرمہ بھاگ نکلا اور اس کی عورت نے اپنے لاوارث بچہ لاکر حضرت
کے سامنے ڈال دیا کہ عکرمہ کی عدم موجودگی میں انکی پرورش کیسی ہوگی حضرت کو اذنی حالت دیکھ کر رحم آگیا اور
عکرمہ کا خون معاف کر دیا۔ اس کی عورت عکرمہ کو ڈھونڈتے ہوئے نکلائی اور حضرت کا خلق عظیم دیکھ کر اسلام قبول کر لیا

وحشی قاتل حمزہ اور ہندہ جگر خوارہ کی نسبت بسکوفین تھا کہ حضرت اپنی حیا کا انتقام ان دنوں سے ضرور لیونگے
لیکن جب یہ دونوں حضرت کی سامنی پیش ہوئے تو سب سے اول یہی بات کہی کہ ہم مسلمان ہو کر آئی ہیں حضرت نے انکا
بھی خون معاف کر دیا۔ یہ منظر بھی قابل دید تھا کہ حضرت محمد صبا کوہ صفا پر بیٹھ ہوئے تھے ہر طرف سے اہل مکہ

داخل ہوتے اپنی خطاؤں کی معافی چاہتے اور برضا و رغبت دین اسلام قبول کرتے جا رہے تھے۔ غرض تھوڑی
دیر میں تمام قریش مکہ بغیر کسی قسم کے جبر کے سچو دلسو مسلمان ہو گئے۔ چونکہ اہل مدینہ پیشتر ہی حضرت سے یہ اقرار لے چکے تھے
کہ حبشہ خراک آپ کو مکہ پر تھیاب کرے تو بھی ہم غریبوں ہی کو شہرین قیام رہے۔ چنانچہ حضرت کچھ دنوں مکہ میں رہ کر مدینہ کو
مراجعت فرما ہوئے۔ اسی زمانہ میں قبیلہ بنی ہوازن اور قبیلہ بنی سقیف کے لوگوں نے ایک بری جمعیت

مزاہم کر کے مکہ پر چڑھائی کی صداقت کا زبردکھی وہی اہل مکہ جو حضرت محمد صاحب کے خون کے پیاسے تھے اب حضرت کی
کی طرف سے دشمن کے مقابلہ میں لڑنے کو نکالی لشکر مخالف کو شکست ہوئی اور نبی ثقیف بھاگ کر اپنے قلعہ طائف میں گزین
ہوئی اور قبیلہ بنی ہوازن کو لوگ گرفتار ہو کر دستور ملک کی مطابق حلقہ غلامی میں آ کر فوج پر تقسیم ہو گئی۔

بنی ہوازن سے فراغت پاکر اہل اسلام نے قلعہ طائف پر چڑھائی کی اور اس قلعہ کو بھی فتح کر لیا اور کویتوں کو جن میں سے
بڑا لات تھا حضرت کی حکم سے توڑ ڈالا اور لوگوں نے اطاعت کو قبول کی مگر مذہب اسلام اختیار نہ کیا۔ آپ اور ان کو
اوی حالت پر رہا ہوا اور مدینہ کو مراجعت فرمائی۔

مدینہ میں قبیلہ بنی ہوازن کو خدیجہ عابدین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اپنی شرارت کی معافی چاہی در عرض کیا کہ ہمارے
قبیلہ کو لوگ جو اہل اسلام کی غلامی میں آ گئے ہیں ان کو مارا رہ کر ہم اپنی بخشی جاویں جو کہ یہ غلام دستور ملک کی مطابق
تمام سپاہ میں تقسیم ہو چکے تھے اب ہر ایک سے ایک کاوا پس لینا دشوار تھا ماسوائے کہ یہ لوگ بت پرست تھے لیکن حضرت کو
اپر رحم آگیا اور کہا کہ جب ہم سب نماز کیلئے مسجد میں جمع ہوں تو وہاں آکر اپنا ورد دل بیان کرنا چاہیے بعد نماز ظہر
کے وہ لوگ مسجد میں آ گئے اور حضرت سے اور سب مسلمانوں سے عرض حال کیا۔ آپ نے سن کر فرمایا میں تو اپنے اور اپنے قبیلہ کا
حصہ چھوڑتا ہوں یہ کہہ کر ان غلاموں کو بلا کر ہمیشہ کے لیے آزاد کر دیا اس نیکی اور کشادہ دلی کا یہ اثر ہوا کہ
اوی وقت چھ ہزار غیر مسلم مرد و عورت حلقہ غلامی سے آزاد کر دی گئے اور کسی نے یہ خیال بھی نہ کیا کہ غیر مسلم
ہیں ان پر کیوں رحم کیا جاویں۔ اسلام ہمیشہ خیرات میں مسلم اور غیر مسلم کا خیال نہیں کرتا اس خلاق اور خدائی
کا یہ اثر ہوا کہ وہ تمام قبیلہ بنی ہوازن بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہو گیا۔

فتح مکہ کے بعد ہی دروازہ مقامات کی بڑی بڑے قبیلوں نے اکٹلا اسلام قبول کرنا شروع کر دیا اور حضرت کی
طرف سے منسخری یعنی مسلمان دین ان کو ساتھ جانے لگو اور تھوڑی ہی زمانہ میں تمام عرب مسلمان ہو گیا۔

قبیلہ طے ذابنک سلام قبول نہیں کیا تھا ان میں سے بعض مفسدون نے ملک میں فساد کرنا چاہا حضرت ذی علی بھی
 کو اونکی سرکوبی کے لیے ایک دستہ فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ عدی بن حاتم تاب مقابلہ لاکر شام کو بھاگ گیا اسکی
 مقبوضات پر قبضہ کر لیا گیا اسکی اہل قبیلہ اسیر ہو کر مدینہ میں لائے گئے اور ان میں دختر حاتم بھی تھی حضرت ذی دختر حاتم کو
 اعزاز خاندانی کے لحاظ سے آزاد کر کے وطن جانیکی اجازت دی اسنی ہاتھ جوڑ کر عرض کی او سردار عرب میرا دل گوارا
 نہیں کرتا کہ سب اہل قبیلہ تو اسیر ہیں اور میں آزاد ہو کر وطن چلی جاؤں صطرح مجھ پر رحم کیا گیا اپنی بھی رحم کیا جاوی
 اس نیک لڑکی کی سفارش پر اپنے تمام اہل قبیلہ کو آزاد کر دیا نیکر گذار مجرموں نے حضرت ذی اخلاق سے متاثر ہو کر
 اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔

ابا یام ح قریب آگے حضرت ذی علی رضی کو سورہ برات دیکر بھیجا کہ بعد ادا وایار کان حج یہ اعلان کر دیا جاوی
 کہ ایک سال سے مکہ خاص خدایر ستون کا شہر قرار پاویگا۔ اور کسی بت پرست کو وہاں آنیکی اجازت نہویگی۔
 چنانچہ حضرت علی نے پہونچکر ادا وای حج کو بعد قربانی کردن ایک بلندی پر کھڑی ہو کر آواز بلند کر لیا اعلان کر دیا کہ اگلے سال
 کسی بت پرست کو یہاں آنیکی اجازت نہویگی نہ کوئی دستور جاہلیت کو مطابق ننگا ہو کر طواف کر سکے گا اس اعلان
 کا یہ اثر ہوا کہ اگلے سال سے پہونچنے والے عرب مسلمان ہو گیا۔

اب نئے ہجری شروع ہوا حضرت ذی اس سال یہ کام کیا کہ عرب کو ہر ایک قبیلہ میں ایک ایک مشنری تعلیم دین کیونکہ
 بھیج دیا اور ان بادشاہوں کو پاس جو اب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے سفارتیں بھیجیں بہتوں کی طرف سے سفارت ذی واپس آئے
 قبولیت اسلام کا فرہ نہایا اور اس جانشانی کا یہ نتیجہ نکلا کہ وہ ملک جو صدیوں سے جاہ ضلالت میں ڈوبا ہوا تھا۔
 یک سخت خطر رضوان بن گیا۔ اس روحانی ترقی پھیلانے کی وجہ حضرت کو یقین ہو گیا کہ جس کام کیونکہ خدا ذی اور ان کو
 پیدا کیا تھا وہ پورا ہو گیا اب موت کردن نزدیک ہیں چنانچہ اپنے الوداعی حج کر نیکی ٹھانی۔

۲۴ ذیقعدہ ۱۱۸۵ء کو آپ کا قافلہ مکہ کی طرف روانہ ہوا نشان قبر رت نظر آتی تھی کہ کل تک تمام دنیا جسکی مخالفت پر کیا تھی
بجز ذاتِ خدا جسکا کوئی مددگار نہ تھا آج اسی کے جھنڈے کے نیچے میدانِ عرفات میں ایک لاکھ چوبیس ہزار خدا پرست
خدا کی واحد کے حضور میں سر جھکاؤ بن سلا کیڑے کفن کی طرح پہنوا میری وغیرہ کا فرقہ دیکر میدانِ حشر کا نمونہ
بنائے کھڑے ہیں اللہ اکبر صداقت کی کامیابی کا کتنا نشانِ نظارہ ہے۔

۱۱ اسی حج کے بعد حضرت محمد صاحبِ جبلِ عرفات پر ۱۱ اور بلند آواز سے فرمایا اے مسلمانو سنو اور گوش دے
توجہ کرنا یاد رکھو کہ اگلے سال میں تم میں نہ ہوگا آپس میں ایک دوسرے کو بھائی سمجھنا خدا کی واحد پر پورا بھروسہ رکھنا
عورت کی ساتھ بدسلوکی نہ کرنا غلاموں کو وہ آسائش دینا جو تم اپنا آپکو دیتی ہو اگر انسی کوئی خطا ہو جاوے
ورگزر کرنا یاد رکھو کہ سب مسلمان آپس میں بھائی ہیں کوئی ایک دوسرے کی حق تلفی نہ کرے اسکے بعد نازح حج ادا
کیگئی اور حضرت مدینہ کو واپس ہوئے۔

اثنائے راہ میں غدیر خم کے مقام پر اٹھارہ ہزار آدمیوں کے مجمع میں ہنگام ظہر حضرت محمد صاحبِ کجاؤں کو
منبر پر بٹھرایا ہو کر حمد و ثناء الہی کے بعد علی مرتضیٰ کو اپنا جانشین مقرر کر کے سکود کھلا اور چھپو ادا یا بازو علی
تھام کر آواز بلند فرمایا مَن کُنْتُ مَوْلَاہُ فَمَنْ مَوْلَاہُ عَلِیٌّ مَوْلَاہُ تَرجمہ جکا میں والی اور سر پرست ہوں
اوسکی والی اور حاکم بعد میرے علی مرتضیٰ ہیں۔

اب ۱۱۸۵ء شروع ہو یہی سال حلت ہوا اپنے اس سال مدینہ سے کہیں باہر جانیکا قصد نہیں کیا۔
مہم ہو کہ سید واپس آنے وقت اہل روم نے ایک بگینا مسلمان کو قتل کر دیا تھا اوسکا انتقام لینے کے لیے آپ ایک ستہ فوج
روانہ کیا جسکا سردار اسامہ بن زید بن ثابت تھا اور حضرت ابوبکر اور عمر صاحب کو بھی اسامہ کے ساتھ جانے کا حکم
لیکن آنحضرت کی بیماری کی خبر سنکر بعض صحابہ اس لشکر سے لوٹ آئے۔

حضرت کی غریب تر ستر سال کی تھی بخار نے آپ کو بہت کمزور کر دیا تھا ان کا حکم ناخضر علی اور دیگر پیہڑا بھائی
 آپ کو تھا کہ مسجد میں لائے آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی پھر سب سے مخاطب ہو کر فرمایا اگر مجھ سے کسی کو کچھ شک ہے تو پوچھ
 تو اس کا بدلہ آج فجر سے لے لوری اگر کسی کا کچھ وزن آتا ہے تو مانگ لی۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا میرے
 تین درہم آپ کے ذمہ ہیں جو فوراً ادا کیے اور وہی اور سب کو نیک باتوں کی نصیحت اور ہدایت
 کر کے سیر و بخار کیا اور گھر میں آ گئے۔

۲۸ صفر ۱۱۳۸ اور ہر یاتی ۱۲ ربیع الاول روز و شبہ کو بوقت دوپہر آہستہ آہستہ خدا کا نام لے کر
 اور یا لر فیہا الا علی۔ بالوفیق الاعلیٰ۔ یعنی خدای بزرگ کے پاس۔ خدای بزرگ کی پاس
 کہتے ہوئے دنیا سے سو ہارے۔

افانیش و افانالہ



MAAB 1431

